رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علیٰ مکثٍ ونزلناہ تنزیلا

چون آیت موصوف دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ؛ ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد ومبادی ؛ پس اتباعاً للنص المزبور ؛ صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۱۱	بابت ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ھ	جلد ۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالبے حاضر وبادی ومذکر ست مر ہر مجلس ونادی

وممکن ست برائے ہر جائع وصادی ؛ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب وترہیب وتسہیل المواعظ

ومصالح عقلیہ وکلید مثنوی وتشرف کہ اکثر آن مستفاد ست از درگاہ ارشادی

یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ؛ باداره محمد عثمان عامی ؛ در ہر ماہ اسلامی

در مطبع محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی ارزندہ نوز برصد ورعبگردد

لہ ہذا التفصیل العام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب اللہ فقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ربیع الاول سنہ ۱۳۴۲ھ جو

بہ برکت دُعا حکیم الامتہ محی السنہ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ "الہادی" اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائیٹل کے ڈھائی جزسے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہے۔

(۴) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں۔ جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر کے ۱۲ کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر وہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور ۱۲ کا وی۔ پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہو وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجینگے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے۔ دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے۔ انکی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی جمادی الاول سنہ ۱۳۴۲ھ سے بھیجے جائیں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائینگے۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ "الہادی" دہلی

اور بلفظ انہیں کے ہیں اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے دونوں نے طریق علی بن یزید الالہانی عن قاسم عن ابی امامہ سے روایت کیا ہے۔

ف یہ لکڑی کا لگانا آیا انہیں کے لئے مخصوص تھا یا عام اُمت کے واسطے ہے اسمیں علماء کا اختلاف ہے بعض نے عام کہا ہے اس وجہ سے لوگوں نے یہ عمل اختیار کیا ہے کہ قبر کسی سبز درخت کے نیچے بناتے ہیں یا قبر پر گھاس وغیرہ بوتے ہیں مبتدعین نے اسی سے پھول قبروں پر چڑہانے کا حیلہ تراشا ہے حالانکہ یہ حدیث شریف اسکی کبھی اجازت نہیں دیتی اولاً تو یہ ہے کہ پھولوں کے چڑہانے میں مشابہت بت پرستی کی ہے دوسرے پھول چڑہانے مین تعظیم قبر کی مقصود ہوتی ہے جیساکہ مشاہدہ ہے معمولی شخص کی قبر پر کبھی پھولوں کا چڑہاوا نہیں چڑہاتے اور لکڑی کے گاڑنے مین کوئی تعظیم یا مشابہت نہیں ہے پس اس پر اسکو کیونکر قیاس کر سکتے ہین ہرگز نہیں نیز اسکے عام ہونے ہی میں کلام ہے اسواسطے کہ عام ہونیکی صورت میں اوس ٹہنی کے گاڑنے سے تخفیف کس بنا پر ہوئی تھی اور وہ ٹہنی خشک ہوجانے پر بند کیوں ہو جاتی ہے اگر اس وجہ سے تھی کہ وہ لکڑی جبتک تر رہیگی اوسمیں اثر حیات نباتی کا باقی رہیگا تسبیح نباتی کرتی رہیگی تو مناسب یہ تھا کہ کوئی درخت یا گھانس ہی بو دیتے۔ اور اگر وہاں خشک ملک ہونیکی وجہ سے درخت گھانس بو نہیں سکتے تو کم از کم بغیر چیری لکڑی لگاتے تاکہ اوسکی تری زیادہ پائدار ہوتی وہان تو چیر دیا کہ بہت جلد خشک ہو جائے پس گھانس وغیرہ کی مسنونیت پر بھی استدلال نہیں ہو سکتا لہذا صاف اور بے غبار یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ مسلمان تھے آپ نے اونکی مغفرت کے واسطے سفارش کی جیساکہ آپ کا منصب تھا اوسمیں یہ مقدار ایک زمانے تک کے واسطے تخفیف کی منظوری ہوئی اسکے بعد عمل بدستور رہیگا۔ اور اس مطلب کی حقانیت پر یہ صاف طور پر دلیل ہے کہ باوجودیکہ گنہگار سب ہی ہوتے ہیں اور مغفرت یا تخفیف کی ضرورت بھی سب ہی کو ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم شفیع بھی ساری ہی اُمت کے ہیں پھر جناب نے یا اصحاب نے کسی دوسرے کے ساتھ یہ عمل اختیار نہیں فرمایا واللہ اعلم بالصواب۔

اور حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں حضور سرورِ کائنات

صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کے پاس تشریف لائے اور جناب کے دست مبارک میں ایک ڈہال تھی اسکو سامنے رکھا اور بیٹھکر اوسکی طرف پیشاب کیا بعض نادانون نے کہا اس شخص کو دیکھو عورت کی طرح پیشاب کرتا ہے اسکو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنا فرمایا تجھے خرابی ہو تو نہیں جانتا بنی اسرائیل کے ساتھی پر کیا گذری تھی بنی اسرائیل کا دستور العمل تھا کہ جس چیز پر پیشاب لگجاتا اوسکو قینچیوں سے کاٹ ڈالتے تھے اس شخص نے اونکو اس سے منع کیا وہ شخص اپنی قبر میں عذاب دیا گیا اسکو ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی مین چلتے تھے دو قبروں پر گذرے جناب کہڑے ہوگئے ہم بھی جناب کے ساتھ کہڑے ہوگئے اور جناب کا رنگ مبارک متغیر ہونے لگا یہانتک کہ جناب کے پیراہن مبارک کی آستین کانپنے لگی ہم نے عرض کیا جناب کو کیا ہوا یا رسول اللہ کہا جو میں سُن رہا ہون تم نہیں سنتے ہم نے عرض کیا اور وہ کیا ہے یا نبی اللہ فرمایا یہ دو آدمی اپنی قبرون میں سخت عذاب دئے جارہے ہیں ایک سہل گناہ میں ہم نے عرض کیا کس گناہ میں یہ عذاب ہے فرمایا ان دونون میں سے ایک پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا اپنی زبان سے لوگونکو ستایا کرتا تھا اور لوگون میں چغلخوری کرتا پھرتا تھا پھر دو کھجور کی ٹہنیان منگائیں اور ہر ایک قبر میں ایک ایک کردی ہم نے عرض کیا اور یہ انکو کچھ نفع دینگی فرمایا ہاں جبتک یہ تر ہیں ان سے عذاب میں تخفیف رہیگی اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ مصنف فرماتے ہیں سہل گناہ سے مراد یہ ہے کہ اونکے نزدیک اور اونکے گمان سہل اور اونکے تھا یا اون پر اسکا بچنا سہل تھا یہ نہیں کہ نفس الامر میں سہل تھا اسواسطے کہ چغلخوری بالاتفاق حرام ہے۔

اور حضرت شُفَی بن ماتع اصبحی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جناب نے ارشاد فرمایا چار آدمی ہونگے کہ اہل دوزخ کو باوجود انکی اپنی تکلیف کے (دیہ اور) تکلیف پہونچائینگے۔ کھولتے پانی اور نار دوزخ میں دوڑتے ہوئے ویل اور ہلاکت پکارتے پھرینگے دوزخی آپس میں کہینگے ان لوگونکو کیا ہوا انھوں نے تو ہمارے عذاب پر اور عذاب بڑہا دیا۔ جناب نے فرمایا ایک آدمی کے اوپر ایک آگ کا صندوق

۸۲

بند ہو گا (یعنی اوسکی حرارت باہر نہیں نکلے گی بلکہ اندر ہی اندر اسکو بھونے گی) اللہ اعلم بالصواب۔

اور ایک آدمی اپنی انتڑیاں کھینچتا ہو گا اور ایک آدمی کے مونہہ سے پیپ اور لہو بہتا ہو گا اور ایک آدمی اپنا گوشت آپ کھاتا ہو گا پس صندوق والے سے کہا جائیگا اس بعید ترین کا کیا حال ہے اسنے تو ہماری تکلیف پر تکلیف پہنچائی۔ کہیگا یہ ایسی حالت میں مرا تھا کہ اسکی گردن پر لوگون کے مال لازم تھے اوسکے واسطے سامان ادائگی نہیں پاتا تھا پھر اوس سے کہا جائیگا جو اپنی انتڑیاں کھینچتا تھا اس بعید ترین (یعنی تیرا) کا کیا حال ہے ہم کو ہماری تکلیف پر تکلیف پہنچائی ہے کہیگا کہ یہ بعید ترین پرواہ نہیں کرتا تھا کہ کہاں لگ گیا اوسکو دہوتا نہیں تھا اور باقی حدیث بیان کی اسکو ابی الدنیا نے کتاب الصمت اور کتاب ذم غیبت میں اور طبرانی نے کبیر میں نرم اسناد سے بیان کیا ہے اور ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شُفَی کے صحابی ہونے میں بھی اختلاف ہے اور پوری حدیث انشاء اللہ کتاب الغیبت میں بیان کرینگے۔

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے وہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پیشاب سے بچو اسواسطے کہ وہ پہلا اون چیزون میں کا ہے جنکا بندہ سے قبر میں حساب کیا جائیگا اسکو بھی طبرانی نے کبیر میں ایسی اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے جسمین کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ۸۳

ترہیب حمام مین مردون کے بلا تہبند اور عورتون کے مطلق غسل کیواسطے جانے سے

حضرت جابر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لایا ہے وہ حمام مین بغیر تہبند داخل نہ ہو اور جو اللہ اور دن آخرت پر ایمان لایا ہے وہ اپنی بیبی کو حمام میں نہ داخل کرے اسکو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے عنقریب عجم کا ملک تم پر فتح کیا جائیگا اور اوس ملک مین تم کچھہ مکانات

پاؤ گے جنکو حمام کہتے ہونگے۔ پس اس میں مرد بغیر تہبند کے ہرگز داخل نہ ہوں اور اون مکانوں
سے عورتونکو روکو مگر مریضہ اور زچائن اسکو ابن ماجہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے اسکی سند میں
عبدالرحمن بن زیاد بن انعم ہیں

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حماموں میں داخل ہونے سے منع فرمایا تھا پھر مردونکو تہبند کے ساتھ رخصت دیدی اسکو ابوداؤد
نے روایت کیا اور اسکی تضعیف بھی نہیں کی اور لفظ بھی ابوداؤد ہی کے ہیں اور ترمذی ابن ماجہ
نے بھی روایت کیا ہے اور اون دونوں نے زیادہ کیا ہے کہ منع کیا مردوں اور عورتوں کو
(یعنی مردوں اور عورتونکی تصریح کردی) اور ابن ماجہ نے (بعد مردونکی اجازت کے) زیادہ کیا ہے۔
اور عورتونکو رخصت نہیں دی) حافظ منذری مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ ان تمام محدثین نے اس
حدیث کو بسند ابو عذرہ عن عائشہ روایت کیا ہے اور حضرت ابوزرعہ رازی سے دریافت کیا گیا
کہ ابو عذرہ کا نام بھی بیان کیا گیا ہے یا نہیں فرمایا میں کسیکو نہیں جانتا کہ اوسنے انکا نام لیا ہو
اور حضرت ابوبکر حازمی کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کو اس سند کے سوا اور کسی سند سے نہیں جانتا
اور اس سند میں ابو عذرہ غیر مشہور شخص ہیں اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کچھ
ایسی قوی نہیں ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے حمام میری اُمت کی عورتوں پر حرام ہے اسکو حاکم نے روایت
کیا ہے اور کہا ہے اسکی سند صحیح ہے۔

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے جو شخص اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاتا ہے اوسکو اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیئے
اور جو شخص اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاتا ہے حمام میں بغیر تہبند داخل نہ ہو اور جو اللہ اور دن
آخرت پر ایمان لاتا ہے چاہیئے کہ یا نیک کلمہ کہے یا خاموش رہے اور جو اللہ اور دن آخرت
پر تمہاری عورتوں میں سے ایمان لاتی ہے حمام میں نہ جائے حضرت ابوایوب فرماتے ہیں میں نے
اس حدیث کو حضرت عمر بن عبدالعزیز تک اونکے زمانہ خلافت میں پہنچایا انھوں نے ابوبکر بن محمد

بن عمرو بن حزام کو لکھا کہ محمد بن ثابت سے اس حدیث کو دریافت کرو وہ آدمی پسندیدہ ہیں انہوں نے دریافت کرکر حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا تب انھوں نے عورتوں کو حمام میں جانے سے منع کیا۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور لفظ انہیں کے ہیں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہو اور کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے اور یہی حدیث کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں عبد اللہ بن صالح لیث کے کاتب کی روایت سے بیان کیا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز کا ذکر اوسمیں نہیں ہو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک گھر سے بچو جسکو حمام کہتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو میل کو صاف کرتا ہے فرمایا تو پردہ کیا کرو اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں نے اسکو طاؤس سے مرسل روایت کیا ہے حافظ منذری صاحب مصنف کتاب فرماتے ہیں اسکے راوی سب حدیث صحیح کے بارہ میں قابل حجت ہیں اور اس حدیث کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہو شرط مسلم پر صحیح ہے اور اسکے الفاظ ہم معنے پہلے کے ہیں صرف اتنا فرق ہے یا رسول اللہ وہ میل کو دور کرتا ہے اور مریض کو نفع دیتا ہے تب فرمایا جو جائے اسکو پردہ کرنا چاہیے اسکو طبرانی نے کبیر میں مثل حاکم کے روایت کیا ہے اور اسکے شروع میں یہ فرمایا ہے تمام گھروں میں برا حمام ہو اوسمیں آوازیں بلند کیجاتی ہیں اور بے پردی کیجاتی ہے۔

اور لشکرہ ون کے واعظ سے قسطنطنیہ میں مروی ہے کہ انھوں نے حدیث بیان کی۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا اے لوگو تحقیق میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے جو اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاتا ہو ہرگز نہ بیٹھے ایسے دسترخوان پر جسپر شراب کا دور ہو اور جو اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاتا ہے اپنی بی بی کو حمام میں نہ داخل کرے اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے مصنف فرماتے ہیں اور لشکرہ کے واعظ کو میں نہیں پہچانتا اور اس حدیث کا آخر حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے اوسکی سند میں ابو خیرہ ہیں میں اونکو بھی نہیں پہچانتا۔

اور حضرت ابو الملیح ہذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کچھ عورتیں باشندگان حمص یا شام میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کے پاس آئیں آپ نے فرمایا تم وہی عورتیں ہو کہ

تمہاری عورتیں حماموں میں جاتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کوئی ایسی عورت نہیں ہے کہ اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کہیں کپڑے اتارے مگر اوسنے اپنے اور اپنے رب کے درمیان پردہ دری کی (مطلب یہ ہے کہ علاوہ اپنے بود وباش کے مکان کے دوسرے مکان میں عورت کا برہنہ ہونا خدا کے نزدیک پردہ دری سمجھی جائیگی اللہ اعلم) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور لفظ انہیں کے ہیں اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے اور ابو داؤد ابن ماجہ حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور حاکم نے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اور امام احمد ابو یعلے حاکم نے طریق دوراج ابو السمح عن السائب سے روایت کیا ہے کہ کچھ عورتیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئی تھیں آپ نے اون سے دریافت کیا تم کون ہو انھوں نے عرض کیا باشندگان حمص میں سے فرمایا حمام والیوں مین سے انھوں نے عرض کیا اوسمیں کچھ حرج ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے جس کسی عورت نے علاوہ اپنے گھر کے کہیں کپڑے اتارے اللہ تعالےٰ اوسکی پردہ دری فرمادیگے۔

۲۶ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاتا ہے نہ داخل ہو حمام میں بغیر تہبند کے اور جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاتا ہے اپنی بی بی کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاتا ہے نماز جمعہ کی طرف جانے کی کوشش کرے اور جو اوس جمعہ سے مستغنی یعنی غافل ہوا لہو ولعب یا تجارت میں اللہ اوس سے مستغنی ہو جائیگا اور اللہ تعالےٰ بے نیاز حمد کیا ہوا ہے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور الفاظ انہیں کے ہیں اور بزار نے سوائے ذکر جمعہ کے روایت کیا ہے اوسکی سند میں علی بن زید الہانی ہیں۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا حمام کے بارہ میں آپ نے فرمایا عنقریب میرے بعد حمام ہو جائینگے حماموں میں عورتوں کے واسطے خیریت نہیں ہے انھوں نے عرض کیا وہ بھی تہبند کے ساتھ اوسمیں چلی جایا کرینگی فرمایا نہیں اگرچہ تہبند اور کرتے دوپٹہ کے ساتھ جائیں جو کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ دوپٹہ اتاریگی اوسنے اپنے اور اپنے رب کے درمیان پردہ توڑ دیا۔

اسکو طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن لہیعہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے فرمایا جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاوے حمام میں داخل نہ ہو جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاوے اپنی بی بی کو حمام میں داخل نہ کرے جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لائے شراب نہ پئے جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لاوے ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جسپر شراب جاری ہو جو کوئی اللہ اور دن آخرت پر ایمان لائے کسی ایسی عورت سے خلوت نہ کرے جسکے ساتھ کوئی محرم نہ ہو (یعنی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا مکان میں جمع ہو اس طرح پر کہ درمیان میں عورت کا محرم نہ ہو) اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند میں یحییٰ بن ابی سلیمان مدنی ہیں۔

بلا عذر غسل میں تاخیر کرنے سے ترہیب

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخص ہیں کہ فرشتے اونکے قریب نہیں ہوتے ایک کافر کا مردہ اور خلوق لگانے والا (خلوق ایک خوشبو ہوتی ہے مثل اُبٹن کے اسکو عورتیں ملا کرتی تھیں۔ زعفرانی رنگ ہوتا تھا مردونکو اسکا استعمال حرام ہے) اور جنبی مگر وضو کرے (تو اس وعید کا مستحق نہیں ہے اسکو ابو داؤد نے حسن بن ابی الحسن سے انھوں نے عمار سے روایت کیا ہے۔ اور حسن نے عمار سے سنا نہیں ہے اور اسی حدیث کو ابو داؤد اور دوسروں نے بسلسلہ عطائی خراسانی عن یحییٰ بن عمار عن عمار روایت کیا ہے عمار کہتے ہیں میں رات کے وقت اپنے گھر میں آیا۔ میرے دونوں ہاتھ پھٹ رہے تھے گھر والوں نے میرے زعفران کا خلوق لگا دیا۔ صبح کو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا حضور نے جواب نہیں دیا اور مجھکو مرحبا بھی نہیں فرمایا اور فرمایا جاؤ اسکو اپنے اُوپر سے دھوؤ بس میں نے دھویا اور پھر حاضر ہوا اور سلام کیا تب آپ نے جواب دیا اور مرحبا فرمایا اور فرمایا کہ فرشتے کافر کے جنازہ پر خیر و برکت لیکر حاضر نہیں ہوتے اور نہ زعفران لگانے والے پر اور نہ جنبی پر حضرت عمار نے فرمایا جنبی جب

سونا چاہے یا کھانا پینا چاہے یہ کہ وضو کرلے ربجائے غسل کے یہ ان کاموں کیواسطے کافی ہے) حافظ منذری مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت اور برکت نازل کرتے ہیں نہ فرشتہ محافظین اسواسطے کہ وہ توکسی حال میں جدا ہی نہیں ہوتے پھر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ امر اوس شخص کے بارہ میں ہے کہ غسل میں تاخیر کرے خواہ عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر سے اگر اسکو وضو کرنا ممکن تھا اور پھر نہیں کیا اور بعضوں نے فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کاہلی اور سستی کی وجہ سے عادت اختیار کرلی واللہ اعلم بالصواب

اور حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب فرماتے تھے کہ فرشتے اوس گھر میں نہیں داخل ہوتے جسمیں تصویر یا کتا۔ یا جنبی ہو اسکو ابوداؤد و نسائی ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور بزار سے باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا تین شخص ہیں کہ فرشتے اونکے قریب نہیں جاتے جنبی اور نشہ باز اور خلوق ملنے والا

وضو کرنے اور اسکے کامل کرنے کی ترغیب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور سوال میں جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور سے دربارہ اسلام کیا تھا آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ کوئی معبود برحق نہیں ہے سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور حج اور عمرہ کرے۔ اور جنابتہ سے غسل کرے اور وضو کو تمام اور کامل کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اگر میں یہ سب کروں تو میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا ہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا آپ سچ فرماتے ہیں **ف** حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مسلمانوں کے مجمع میں آدمی کی صورت مین آکر چند سوال اس غرض سے کئے تھے تاکہ دوسرے مسلمان مسائل معلوم کرلیں اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسیطرح بیان کیا ہے۔ اور بخاری مسلم اور دوسری کتب حدیث میں اسکے مثل بغیر ذکر اس سیاق کے مروی ہے

سِلسلہ تسہیل المواعظ کا گیارہواں وعظ

مسمے بہ

اعضا کا پاک رکھنا

منتخب از تطہیر الاعضاء وعظ نہم دعوات عبدیت

حصہ دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا تقف مالیس لک بہ علم السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا (ترجمہ) پیروی مت کیجئے اوس چیز کی جو آپ کو پوری طرح معلوم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہرایک سے سوال کیا جائیگا اس آیت کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) اس آیت سے پہلی اور پچھلی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے کچھ ضروری نصیحتیں بیان کی ہیں جو بہت نفع دینے والی ہیں اور ان سب آیتوں کے اخیر میں اللہ تعالےٰ نے اپنا احسان بیان فرمایا ہے کہ ذالک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ (ترجمہ) (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) یہ سب نصیحتیں اون حکمت کی باتوں میں سے ہیں کہ تمہارے رب نے تمہاری طرف وحی بھیجکر بتلائی ہیں۔ ان نصیحتوں کے بیان کر دینے کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ میرا احسان ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ نصیحتیں بہت خیال رکھنے کے قابل ہیں اون میں سے یہ آیت بھی ہے۔ اس آیت میں چار چیزوں کی حفاظت کرنیکا حکم فرمایا ہے اون میں سے تین چیزوں کا تو صاف طور پر بیان کیا ہے۔ دل۔ آنکھ۔ کان۔ اور ایک چوتھی چیز کی حفاظت کا بھی اسمیں بیان کیا ہے۔ مگر ذرا سوچنے سے معلوم ہوتا ہے وہ چوتھی چیز یہ ہے کہ باقی اور اعضاء کی بھی حفاظت کیجاوے۔ جیسے ہاتھ پاؤں زبان کہ انکی حفاظت کی تاکید بھی اس آیۃ سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ آیت میں فرماتے ہیں اور مت پیروی کیجئے اوس بات کی جو آپکو پوری طرح معلوم نہیں۔ بس جو بات پوری طرح معلوم نہ ہو اس سے اگر بچا جائے تو سارے اعضاء گناہ سے بچے رہینگے دیکھہ لیجئے کہ اگر کسیکی کوئی چیز گم ہو جاوے اور وہ اچھی طرح تحقیق تو کرے نہیں فقط شبہ ہی پر کسی کو چور کہدے تو یہ زبان کا گناہ ہو جائیگا اور اگر اس آیت پر عمل کرتا اور جبتک کہ پوری طرح معلوم نہ ہو جاتا اسوقت تک کسیکو چور نہ کہتا تو اس گناہ سے بچا رہتا۔ ایک عجیب حکایت یاد آئی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اوس سے فرمایا تو چوری کرتا ہے اوسنے کہا خدا کی قسم میں تو چوری نہیں کرتا آپ نے فرمایا میری آنکھ نے غلط دیکھا تو سچا ہے۔

(۲) جس بزرگ کی حالت انبیاء کے ساتھ زیادہ ملتی جلتی ہوگی وہی زیادہ کمال رکھتا ہوگا۔ سو دیکھہ لیجئے کہ انبیاء نے نہ کبھی نعرے مارے نہ کبھی کپڑے پھاڑے نہ خلقت سے بھاگے خاصکر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہر بات کا انتظام حضور کے یہاں تھا۔ سلطنت کا انتظام حضور نے ایسا فرمایا کہ دنیا کے بادشاہوں نے آپ سے سیکھا۔ گھر بار کا انتظام آپ نے ایسا کیا کہ آجتک بھی ویسا کوئی نہ کر سکا اسیطرح ملنے جلنے کھانے پینے کے قاعدے بھی آپ ہی نے سکھائے یہانتک کہ پیشاب پائخانہ کا سلیقہ بھی حضور ہی نے اُمت کو سکھلایا۔ کمالوالوں کی

ایسی حالت ہوتی ہے اور جسطرح آجکل عوام لوگ ایسے کمال والونکو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بزرگ اور خدا تک پہونچے ہوئے ہوں اسیطرح اسوقت بھی عام لوگوں نے انبیاءؑ کو کامل نہیں سمجھا۔ چنانچہ کہا کرتے تھے کہ اس رسول کو کیا ہوا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے انکی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا کہ انکے ساتھ رہکر لوگونکو خدا کے حکم سُناتا یا انکے پاس کوئی خزانہ ہوتا یہ تو ہم سے بھی زیادہ غریب مفلس ہیں ہم دو وقت کھانا کھاتے ہیں انکو ایک وقت بھی کئی کئی دن میں ملتا ہے اچھے اللہ کے پیارے ہیں کوئی اپنے پیارے کو بھوکا بھی مارا کرتا ہے یا ان کے پاس کوئی باغ ہوتا کہ اوس سے کھاتے غرض کوئی خوبی ہوتی جو ہم میں نہیں یہ کیسے نبی ہیں جو ہم سے کسی بات میں بڑہے ہوئے نہیں اسیطرح جو بزرگ اس شان کے ہوتے ہیں اپر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسے بزرگ ہیں اور جو خلقت سے بھاگتا ہے کھاتا پیتا نہیں ننگا رہتا ہے کسی سے بات نہیں کرتا وہ بزرگ ہے اور اگر اس سے کوئی بات خلاف عادت کے ہوگئی کسی پر کوئی اثر ڈالدیا اوسکو تو نبی سے بڑہکر جانتے ہیں حالانکہ کسی پر اثر ڈالدینا کوئی بزرگی کی بات نہیں یہ تو محنت سے ہندو جوگیوں میں بھی پیدا ہوجاتا ہے بلکہ جو بزرگ کامل ہیں وہ اسکو اچھا نہیں جانتے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی اثر نہیں ڈالتا وجہ اسکی یہہے کہ ولی کو جسقدر خدا تعالےٰ کا علم بڑہتا ہے اوسیقدر اوسکی خودی مٹتی جاتی اور فنا بڑہتی جاتی ہے اور اپنے سے نظر اوٹھتی جاتی ہے دیکھئے تحصیلدار اپنے اجلاس میں بیٹھکر بڑے بڑے حکم دیتا رہتا ہے لیکن گورنر جنرل کے سامنے جب آتا ہو تو اوسکی وہ حالت ہوتی ہو جو ادنیٰ اردلی کی ہے اسیطرح ولی کی بھی حالت ہے کہ جتنی نظر اوسکی اللہ تعالےٰ پر زیادہ ہوگی تو وہ خود مٹتا چلا جائیگا یہانتک کہ اوسکی نظروں میں خدا تعالےٰ ہی سما جاوینگے اور وہ اپنے کو کچھ بھی نہیں سمجھے گا۔ پس اوسے اس سے شرم آویگی کہ میں خود کسی پر اثر ڈالوں کیونکہ اثر ڈالنے کا طریقہ یہی ہے۔ کہ جسپر اثر ڈالنا ہو اوسکی طرف پوری توجہ کیجاوے اور ولی کو شرم آتی ہے کہ خدا کے غیر کی طرف پوری توجہ کرے البتہ اثر ڈالنے کا جو سنت کے موافق طریقہ ہے اوسمیں پوری توجہ کیضرورت نہیں ہوتی اسلئے اوسمیں کچھ حرج نہیں چنانچہ ولی کے اندر دو اثر ہوتے ہیں برکت اور کرامت برکت یہ ہوتی ہے کہ اونکے وجود سے ایک ایسی بارش ہوتی ہے جس سے بیماری دور ہوتی ہے۔

٣

مصیبتیں ٹل جاتی ہیں مگر اونہیں خبر تک نہیں ہوتی جیسے سورج جب نکلتا ہے تو سارے جہان کو روشن کر دیتا ہے لیکن سورج کو خبر تک نہیں ہوتی کہ میری ذات سے کس کس کو نفع پہونچ رہا ہے دوسرا اثر کرامت ہے کرامت اسکو کہتے ہیں کہ کوئی کام خلاف عادت اونکے ذریعہ سے ظاہر ہو جائے مگر کرامت میں ارادہ نہیں کیا جاتا گو اسکا علم ہو جائے اور اثر ڈالنے میں ارادہ بھی ہوتا ہے اور پوری توجہ بھی کیجاتی ہے اسوجہ سے ولی اس سے بچتے ہیں ہاں اگر اثر ڈالنے کے لئے خدا ہی کا حکم ہو جائے تو بات ہی اور ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کے وقت دعائیں تو بہت کی ہیں مگر یہ کہیں نہیں آیا کہ آنکھیں بند کرکے اوسطرف توجہ کی ہو اور اپنا اثر ڈالا ہو چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ اسلام کو قوت دے عمر بن خطاب سے یا ابوجہل بن ہشام سے یعنی انمیں ایک کو مسلمان کر دے یہ نہیں کیا کہ انکی جانب توجہ فرمائی ہو اور انپر اثر ڈالا ہو حق تعالے نے حضرت عمر رضی اللہ کے بارہ میں دعا قبول فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے غرض یہ تو حدیثوں میں بہت جگہ آیا ہے کہ حضور نے لوگونکی ہدایت کے لئے دعائیں فرمائیں ہاں اگر کبھی خدا ہی کا حکم ہوا ہے تو اثر بھی ڈالا ہے مگر ایسا بہت کم ہوا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے ایک صحابی کے سینہ پر ہاتھ مارا تو اونکے دلمیں جو شبہ تھا وہ جاتا رہا۔ ایک صحابی گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتے تھے آپ نے اونکے سینہ پر ہاتھ مارا سوار ہونے لگے سینہ پر ہاتھ مارنا یہ قرینہ اسکا ہے کہ حضور نے انپر اثر ڈالا تھا اور اگر کسی کی سمجھ میں ہاتھ مارنے کی کوئی اور وجہ آجائے تو کہنا پڑیگا کہ ان دونوں موقعوں پر بھی آپ نے اثر نہیں ڈالا اور اس صورت میں یہ کہنا صحیح ہو جائیگا کہ انبیاء نے کسی پر اثر نہیں ڈالا پس دو صورتیں ہوئیں ایک تو یہ کہ حضور نے کبھی اثر نہیں ڈالا۔ دوسری صورت یہ کہ اثر ڈالا تو ہے مگر بہت کم ان دو صورتوں میں سے جونسی صورت بھی واقع میں ہوئی ہو اوس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اثر ڈالنا سنت کے خلاف ہے کیونکہ سنت تو اُسے کہتے ہیں جسپر حضور نے ہمیشگی کی ہو اور جو کام آپ نے اتفاقیہ کر لیا ہے اسکو سنت نہیں کہتے بلکہ اوس کام کے کر لینے کی یہ وجہ ہوتی تھی کہ دوسرونکو اسکا جائز ہونا معلوم ہو جاوے جیسے آپ نے قبا پہنی تھی اوسمیں سونے کی گھنڈیاں تھیں تو یہاں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سنت ہے۔

۴

کیونکہ یہ تو آپ نے دوسروں کے بتلانے کے لئے کیا تھا کہ آپ کو پہنے ہوئے دیکھیں تو سمجھ لیں کہ اسکا پہننا بھی جائز ہے پس سنت طریقہ تو دُعا کرنا ہے۔

(۳) خلاصہ یہ کہ حضور کے یہاں کوئی خاص شان وشوکت نہ تھی بلکہ حضور نے اپنی اتنی بھی پہچان نہ رکھی تھی جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس گروہ میں سردار کون ہے چنانچہ اگر کوئی آتا تو پوچھتا من محمد فیکم یعنی تم میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کون ہیں کیونکہ وہاں نہ گاؤ تکیہ تھا نہ مسند تھی یہانتک کہ جب چلتے تھے تو اوسکے لئے بھی کوئی خاص وضع مقرر نہیں فرمائی تھی کہ آگے ہی چلتے ہوں چنانچہ حضور اول اول مدینہ طیبہ تشریف لائے تو قبا ایک جگہ کا نام ہے اوسمیں آپ ٹھہرے تھے مدینہ طیبہ کے بہت ہی کم لوگ آپ کو پہچانتے تھے سب دیکھے عاشق تھے حضور کے تشریف لانے کی خبریں آرہی تھیں ہفتے گذر گئے تھے کہ ہمیشہ حضور کو تعظیم کیساتھ لانے کے لئے جاتے تھے لیکن ناکام آتے تھے جسروز تشریف لائے تو ایک یہودی نے جو پہاڑ پر چڑھا تھا دور سے دیکھا اور پکار کر کہا کہ اے اہل مدینہ تمہارا نصیبہ آگیا چنانچہ سب آئے اور حضور قبا میں ٹھہرے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپکے ساتھ تھے حضرت ابوبکر کی ڈاڑھی میں سفید بال زیادہ تھے اسلئے جو لوگ آتے تھے وہ حضرت ابوبکر کو پیغمبر سمجھتے تھے جو آتا اُن سے مصافحہ کرتا حضرت ابوبکر کا ادب دیکھیے کہ انھوں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ حضور سے مصافحہ کرو بلکہ برابر سب سے مصافحہ کرلیتے تھے اگر کوئی کہے یہ تو بے ادبی ہے یاد رکھو کہ ادب سے مقصود آرام پہونچانا ہے تو جس بات سے آرام پہونچے وہی ادب ہے لوگوں نے جو ادب کے گھڑے ہیں کہ جوتیاں اُٹھالیں ہاتھ باندھکر کھڑے ہوگئے کہ جب تک اجازت نہو گی۔ بیٹھیں گے نہیں چاہے دوسرے کو تکلیف ہی ہو یہ ادب نہیں ہے آجکل اگر کوئی بزرگ کے سامنے ایسا کرے جیسے حضرت ابوبکر نے کیا تو اسکو بے ادب سمجھیں گے۔ اب میں بیان کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکر کا یہ کام کیونکر ادب ہے بات یہ ہے کہ آپ تھکے ماندے تشریف لائے تھے اگر تمام مجمع سے آپ مصافحہ کرتے اور علیحدہ علیحدہ سب کا حال پوچھتے تو آپ کو ضرور تکلیف ہوتی اور آپکی ایسی مبارک ذات ہے جسکی راحت آرام کے لئے حضرت ابوبکر نے سانپ سے کٹوا لیا تھا لیکن حضور کو آرام پہونچانے کے خیال سے ہلے تک نہیں پس ایسے محبوب کی

حضور کی کوئی خاص شان وشوکت امتیازی نہ تھی

5

ادب کے معنی

اسقدر تکلیف حضرت ابوبکر جیسے جان نثار عاشق کو کیسے گوارا ہوتی کہ سب لوگوں سے مصافحہ کرنے کی مشقت حضور پر ڈالدیتے چنانچہ لوگ آرہے تھے اور آپ مصافحہ کرتے جاتے تھے اتبو یہ مصیبت ہے کہ اگر ایسا کرنے لگیں تو اوسکو بے ادب گستاخ سمجھا جاتا ہے یہ توظاہری حکمت اس مصافحہ کی ہوئی اور ایک اسکے اندر راز بھی ہے وہ یہ کہ محبت کی خاصیت ہے کہ عاشق محبوب میں مٹجائے فنا ہوجائے اور جب عاشق محبوب مین فنا ہوگیا تو اب دونوں ایک ہی سے ہوگئے کہ اونکو غیر غیر نہیں سمجھا جائیگا سو اللہ تعالے نے یہ دکھلادیا کہ حضرت ابوبکر ایسے عاشق ہیں کہ لوگ اونکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سمجھکر اون سے مصافحہ کرتے ہیں یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دونوں جُدا جدا نہیں رہے بلکہ ایک ہی ہوگئے ہیں خلاصہ یہ کہ لوگ مصافحہ کرتے رہے جب آفتاب اونچا ہوا اور دہوپ کے اندر تیزی ہوئی اور آپ پر دہوپ آئی اوسوقت حضرت ابوبکر آپ پر ایک کپڑے کا سایہ کرکے کہڑے ہوگئے اوسوقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ آقا ہیں اور یہ خادم ہیں لیکن اس معلوم ہونے پر اُن صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر دوبارہ اوٹھکر مصافحہ نہیں کیا اگر آجکل کے لوگ ہوتے تو پھر حضور سے مصافحہ کرتے اور ہر شخص کہتا کہ حضور میں معافی چاہتا ہوں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی صحابہ کے اندر یہ تکلف نہ تھا۔ حالت یہ تھی کہ وقت پر تو جان دینے کو تیار رہتے اور دوسرے وقت یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ انمیں آقا کون ہے اور خادم کون ہے اور یہاں ایک اور بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مشہور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور وجہ اوسکی یہ بیان کیجاتی ہے کہ حضور کے سر پر ہر وقت ابر کا سایہ رہتا تھا اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ابر کا سایہ ہمیشہ نہ رہتا تھا لیکن ہم حضور کا سایہ نہ ہونے کا انکار بھی نہیں کرتے شاید ایسا ہی ہو مگر ہم نے اسکے بارہ میں کوئی حدیث نہیں دیکھی مواہب لدینہ بڑی کتاب ہے اوسمیں بھی اسکے بارہ میں کوئی حدیث نہیں لکھی بہر حال مقصود اس قصہ سے یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اندر کوئی خاص شان و شوکت نہ تھی جو بزرگ ہوتے ہیں اونکی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی کوئی روایت نہیں ملی

(۴) غرضکہ آپ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کا قصہ سُن لیا کہ آپ نے کسقدر احتیاط فرمائی کہ چور کے قسم کہا لینے سے اپنی آنکھوں کی غلطی سمجھی اور اس آیت پر کیسا عمل کیا ہم لوگونکی

حالت یہ ہے کہ ذرا سے شبہ میں چور کہدیتے ہیں صرف شبہ پر کسی کو چور کہدینا نہایت بُرا ہے
اسپر ایک اور مضمون یاد آگیا کہ بعض لوگ چور کے معلوم کرنے کے واسطے ایک عمل لوٹا گھمانے کا
کیا کرتے ہیں اوسپر سورہ یٰسین شریف پڑھتے ہیں جسکے نام پر لوٹا گھوم جائے اوسکو یقیناً چور
سمجھتے ہیں اور انہیں یہ شبہ تک نہیں ہوتا کہ اس عمل میں غلط نام نکل آیا ہوگا کہتے ہیں یہ قرآن
کا عمل ہے اس میں کیسے غلطی ہوسکتی ہے یاد رکھو کہ عمل سے نام نکل آنے پر کسیکو چور سمجھنا حرام
ہے شریعت کا مسئلہ ہے کہ اگر خود دیکھ لے یا دو معتبر آدمی گواہی دیں اسوقت تو کسی کو چور
سمجھ سکتا ہے ورنہ اپنے دیکھے ہوئے اور بغیر دو معتبر آدمیوں کی گواہی کے کسیکو چور سمجھنا
حرام ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن کا عمل غلط نہیں ہوسکتا تو یہ اونکی غلطی ہے کیونکہ اگر کوئی
شخص ایک بڑا سا قرآن لیکر کسی کے سر میں مار دے اور وہ زخمی ہوجاوے تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا
ہو کہ یہ عمل جائز ہے کیونکہ یہ بھی قرآن کے ذریعہ سے کیا ہے خلاصہ یہ کہ اس آیت میں اس
بیان سے زبان کی حفاظت بھی داخل ہوگئی اور ہاتھ کی حفاظت اس طور سے داخل ہوئی
کہ جبتک پوری طرح کسی کا جرم معلوم نہو جائے اوسوقت تک اوسکو تکلیف دینا حرام ہے اور اگر
اس آیت پر عمل کروگے یعنی بلا اچھی طرح معلوم ہوئے کسیکو نہ ستاؤگے تو اس گناہ سے بچے
رہوگے اور اسیطرح پاؤں کی حفاظت بھی داخل ہوگئی کہ جبتک پوری طور پر جائز ہونے
اور ناجائز ہونے کو معلوم نہ کرلو اوسوقت بُرے مجمع میں جانا حرام ہے اسیطرح باقی اعضاء کی
حفاظت بھی اسمیں داخل ہوگئی۔ اور کان۔ آنکھ۔ دل۔ ان تینوں کی حفاظت تو صاف طور پر اس
آیت میں بیان کردی گئی ہے۔ انکی حفاظت اس طرح کیجائے کہ کان کو ناجائز باتیں اور
ناجائز آوازیں سننے سے بچاوے اور آنکھ کو غیر عورتوں کیطرف نظر کرنے سے بچاوے۔ اور
دل کو بُرے گمان وغیرہ سے بچاوے۔ فقط

تمت

سلسلہ تسہیل المواعظ کا گیارہواں وعظ مسمّے بہ اعضاء کا پاک رکھنا ختم ہوا اب بارہواں وعظ
ربیع الثانی کے پرچہ سے شروع ہوگا۔

شائقین تاریخ کے واسطے تاریخی ذخیرہ

ترجمہ تاریخ ابن خلدون

حسب تفصیل ذیل گیارہ جلدوں میں ترجمہ ہو چکا ہے

جلد اول۔ اسمیں اولاً ابن خلدون کی سوانحمری ہے۔ بعد ازاں حضرت نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ، ابراہیمؑ، لوطؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، یوشعؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، یونسؑ، اور عیسیٰؑ ابن مریم علیہم السلام کے انساب اور انکے بعد چھٹی صدی عیسوی تک کے سلاطین اور تعمیر کعبہ اور واقعہ اصحاب فیل وغیرہ درج ہیں۔ قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے۔

جلد دوم۔ اسمیں ملوک فارس، یونان، روم وغیرہ اور سلاطین قسطنطنیہ کے حالات تا زمانہ فتح اسلامی، قبیلہ اوس خزرج کے حالات، حکومت قریش اور انکے شجرہ انساب مندرج ہیں قیمت عہ

جلد سوم۔ اسمیں حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، تربیت، نبوت، معراج، ہجرت، اور غزوات حضرت ابوبکر صدیق رضی کی بیعت اور عہد خلافت فتوحات کے نہایت صحیح واقعات درج ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

جلد چہارم۔ اسمیں عالمگیر فتوحات عہد خلافت حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور امام ہمام حسنؓ بن علیؓ علیہم السلام زمانہ خلافت و تفویض امارت تک کے مفصل حالات تحقیق کیساتھ لکھے گئے ہیں۔ قیمت دو روپے۔

جلد پنجم۔ اسمیں خلفائے بنو امیہ کے پہلے تاجداروں امیر معاویہؓ یزید معاویہ، عبدالملک، ولید، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز اور یزید کے عہد حکومت کے حالات معرکہ کربلا کے واقعات درج ہیں قیمت عہ

جلد ششم۔ اس جلد میں خلفائے بنو امیہ کے آخری تاجداروں ولید، یزید، ابراہیم اور مروان کے حالات دولت عباسیہ و شیعہ کے قائم ہونے اور انکے چار حکمرانوں۔ سفاح، منصور، مہدی اور ہادی کے عہد حکومت کے صحیح واقعات لکھے گئے ہیں قیمت عہ

جلد ہفتم۔ اس جلد میں نامور حکمرانان اسلام خلفائے بنی عباس ہارون، امین، مامون معتصم، واثق وغیرہ کے زمانہ حکمرانی کے واقعات تحریر ہیں۔ قیمت دو روپے۔ (عہ)

جلد ہشتم۔ اس جلد میں خلافت عباسیہ کے زمانہ انحطاط کے دس تاجداروں معتضد مکتفی، مقتدر، قاہر، راضی، متقی، مستکفی، مطیع، طائع، القائم بامر اللہ کے زمانہ حکومت کے حالات، قرامطہ، دولت عبیدیہ شیعہ، افریقہ، بنی بویہ، بنی ہمدان، اور سلاطین سلجوقیہ کی چیرہ دستی کے واقعات درج ہیں قیمت دو روپے۔

جلد نہم۔ جسمیں خلافت عباسیہ بغداد کے آخری دور کے گیارہ تاجداروں، مقتدی، مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد، مستضی، ناصر، ظاہر، مستنصر، اور مستعصم کے زمانہ حکومت کے حالات خلفائے عباسیہ مصریہ، اور دولت اسمٰعیلیہ عبیدیہ کے ابتدائی فرمانرواؤں کے واقعات تحریر کئے گئے ہیں قیمت عہ

جلد دہم۔ اسمیں حاکم بامر اللہ کی خلافت سے بنو امیہ و بنی حمود کی دوبارہ حکومت تک کے تمام حالات اور واقعات کے علاوہ اور بہت سے واقعے مثل شام پر ترکوں کا قبضہ، بیت المقدس پر عیسائیوں اور مصریوں کا مقابلہ، بربر کی بغاوت، اور مستعین کی بیعت، مہدی شہر قرطبہ میں، ہزیمت مہدی، بیعت ہشام حصار قرطبہ، معتمد اموی کی حکومت وغیرہ وغیرہ اور وجہ تسمیہ اندلس، قرطبہ کی بعض عمارات و جامع مسجد کی مفصل کیفیت درج ہے۔ قیمت دو روپے۔ (عہ)

جلد یازدہم۔ اس جلد میں اندلس کا آخری دور، مسلمانوں کی حکومت ہسپانیہ عظمے کا خاتمہ اور ان حکمرانان عرب کے حالات درج ہیں جنھوں نے اقتدار خلافت عباسیہ قرون وسطےٰ میں حکمرانی کی تھی۔ قیمت دو روپے۔

جملہ شائقین بپتہ ذیل پر آنا چاہئیں

پوسٹ بکس نمبر ایک دہلی

جیسے فرض کرو کہ چراغ ٹمٹمانے لگے اور گل ہونے کو ہو بہر حال ارواح انبیاء کرام کو بدستور اپنے ابدان کے ساتھ تعلق رہتا ہے بلکہ کیفیت حیات میں بوجہ اجتماع اور بھی قوت آجاتی ہے اور مثل چراغ وظلمت ظرف محیط حیات وموت دونوں مجتمع ہو جاتے ہیں۔

الغرض بقائے حیات انبیاء ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں اور اسی وجہ سے انکے اموال میں میراث کا جاری ہونا مقرر نہیں ہوا اور نیز اس حکم میں عظمت انبیاء بھی منظور ہے اور لفظ ترث گو ایک حدیث میں منسوب الی الانبیاء بھی ہے مگر دلائل حیات کے قرینہ سے وہ مشاکلۃً ومجازًا ہے۔

عورت کیلئے ایک سے زیادہ خاوند کرنیکے ممانعت کی وجہ

(۱) عورت اولاد کے حق میں ایسی ہے جیسے زمین پیداوار کے حق میں مگر پیداوار کو تو بوجہ تشابہ اجزاء برابر بانٹ سکتے ہیں اسلئے اسکی شرکت میں کچھ حرج نہیں مگر ایک عورت اگرچند مردوں میں مشترک ہو تو بوجہ استحقاق نکاح اول تو ہر دم ہر کسیکو استحقاق قضائے حاجت اس صورت میں اول تو اسی وجہ سے اندیشہ فساد وعناد ہے شاید ایک ہی وقت سبکو ضرورت ہو دوسرے بعد نکاح اگر بوجہ استحقاق مذکور سب اس سے اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ تو درصورت تولد فرزند واحد تو فرزند کو پارہ پارہ نہیں کر سکتے جو اسطرح تقسیم کرکے اپنے پارہ کو ہر کوئی لیجائے اور متعدد فرزند ہوں تو بوجہ اختلاف ذکورت وانوثت وتفاوت شکل و صورت وتباین خلق وسیرت وفرق قوت وہمت موازنہ ممکن نہیں جو ایک کو ایک لیکر اپنے دلکو سمجھالیں پھر بوجہ تساوی محبت جملہ اولادیہ دوسری دقت رہی کہ ایک کے وصال سے اتنا سرور نہ ہوگا جتنا اوروں کے فراق سے رنج اٹھانا پڑیگا پھر اسوجہ سے خدا جانے کیا فتنہ برپا ہو غرض ہر طور اس انتظام میں خرابی نظام عالم تھی ہاں اگر ایک مرد ہو اور متعدد عورتیں ہوں تو جیسے ایک کسان متعدد کھیتوں اور زمینوں میں تخم ریزی کر سکتا ہے ایسے ہی ایک مرد بھی متعدد عورتوں سے بچے جنوا سکتا ہے اور پھر اسکے ساتھ اور کوئی خرابی نہیں عورتوں کے رنج سے چنداں فساد کا اندیشہ نہیں قتل وقتال کا کچھ خوف نہیں۔

۸۵

(۲) عورت موافق قواعد اسلام محکوم اور مرد حاکم ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو وہ مالک ہوتا
ہے یہی وجہ ہے کہ اسکو مالک کہا کرتے ہیں اور کیونکر نہ کہیں باندیاں تو مملوک ہوتی ہی ہیں بیبیاں
بھی بدلیل مہر انکی خریدی ہوئی ہوتی ہیں وہاں اگر اعتاق تو یہاں طلاق یعنی جیسے باندی غلام
باختیار خود قید غلامی سے رہا نہیں ہو سکتے۔ ہاں مالک کو اختیار ہے وہ چاہے تو آزاد کردے۔
ایسے ہی عورت باختیار خود قید خاوند سے رہا نہیں ہو سکتی البتہ خاوند کو اختیار ہے چاہے تو طلاق
دیدے جیسے باندی غلام کا نان ونفقہ مالک کے ذمہ ہوتا ہے ایسے ہی عورت کا نان ونفقہ خاوند
کے ذمہ ہے جیسے مالک ایک اور غلام باندی کئی کئی ہوتے ہیں ایسے ہی خاوند ایک اور عورتیں کئی
کئی ہوتی ہیں بالجملہ عورتیں موافق قواعد اہل اسلام مملوک اور محکوم اور خاوند مالک اور حاکم ہوتا
ہے اور خاوند کی طرف سے بیع وہبہ کا نہ ہو سکنا دلیل عدم الملک نہیں اگر یہ بات دلیل عدم الملک
ہوا کرے تو خدا کا مالک ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ بیع وہبہ سے ملک کا منتقل نہ ہونا بعد ثبوت
ملک جسکا بیان ہو چکا اسیطرح قوت ملک پر دلالت کرتا ہے جیسے خدا کے ملک کا منتقل نہ ہونا
اسکے ملک کی قوت پر دلالت کرتا ہے اور اس وجہ سے شوہر کو دربارۂ مالکیت خدا سے مشابہت
تام ہے ہر چند خدا کے ملک کے سامنے شوہر کی ملک برائے نام ہے اور پھر اسکے ساتھ خدا کی
ملک ممتنع الانفکاک اور شوہر کی ملک بوجہ ثبوت طلاق ممکن الزوال مگر پھر بھی جسقدر خدا کی ملک
سے شوہر کی ملک مشابہ ہے اسقدر اور کسی کی ملک مشابہ نہیں الحاصل شوہر کی ملک میں کچھ کلام نہیں
بلکہ اسکی ملک اور وں کی ملک سے قوی ہے وہ حاکم ہے اور عورت محکوم اور ظاہر ہے کہ محکوموں کا
تعدد اور انکی کثرت موجب عزت ہے وہ بادشاہ زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے جسکی رعیت زیادہ
ہو اور حکام کی کثرت موجب ذلت ہے اور طریقہ تو حکام کی کثرت کا نہیں ہاں یہ صورت ہوتی
ہے کہ نیچے سے اوپر تک جتنے حکام ہوں ان سب کا یا اکثر کا یا بعض کا محکوم ہو عوام رعیت
کو دیکھئے وہ سب کے محکوم ہوتے ہیں اور کسی کے حاکم نہیں ہوتے ان سے بڑھکر کوئی ذلیل نہیں
اور حکام ماتحت حکام بالادست کے تو محکوم ہوتے ہیں اور رعیت کے حاکم وہ رعیت سے
معزز اور حکام بالادست سے ذلیل ہوتے ہیں اس طرح دور تک چلے چلو بادشاہ سب کا
حاکم ہوتا ہے اور کسیکا محکوم نہیں ہوتا اس سے بڑھکر کوئی معزز ہی نہیں ہوتا اس صورت میں

۸۶

اگر کسی عورت کے متعدد خاوند ہوں تو یہ ایسی صورت ہو گی جیسے فرض کرو ایک شخص تو رعیت ہو اور اسکے بادشاہ اور حاکم کثیر سب جانتے ہیں کہ یوں نہیں ہوا کرتا اور مرد کے لئے بہت سی عورتیں ہونا کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ مرد مخدوم ہے اور عورت خادم ایک مخدوم کے لیے بہت خادم ہو سکتے ہیں مگر ایک خادم بہت سے مخدوموں کے لئے نہیں ہو سکتا۔

(۳) عورت کے اندر خدا تعالے نے فطرۃً ایک شرم وحیا کا وصف ایسا پیدا کیا ہے کہ وہ غیر مردونکے سامنے آتے جھکتی ہے عورت جب مرد سے کوئی بات کرنے لگتی ہے تو شرم کے مارے بار بار اپنی آنکھیں جھکا لیتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ فاحشہ عورتوں کے سوائے جنکی فطری قوتِ حیا بالکل ضائع اور معدوم ہو جاتی ہے باقی سب عورتیں اپنی نیچرل حالت میں مردوں سے حیا اور حجاب کرتی ہین مادہ حیا جو خدا تعالے نے انکی فطرت میں پیدا کر رکھا ہے ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک ہی خاوند کے لئے ہیں کیونکہ کئی مردون سے تعلق رکھنے میں یہ حیا رہ نہیں سکتی جیسا بازاری عورتوں میں مشاہدہ ہے۔

۸۷

(۴) تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ ایک مرد عند الضرورۃ کئی جورو کرے تو بھی سب کے ساتھ نباہ سکتا ہے مگر ایک عورت دو خاوندنکی بی بی ہو کر کبھی نباہ نہیں سکتی اس سے ظاہر ہے کہ ایک مرد کے لئے کئی جوروین ہو سکتی ہین مگر ایک عورت کے لئے کئی خاوند نہیں ہو سکتے۔

(۵) دنیا میں عورتون کی تعداد مردوں سے اکثر زیادہ رہتی ہے اور یہ امر صریح دلیل ہی اس بات کی کہ ایک مرد کے لئے کئی جوروین ہو سکتی ہیں مگر اسکے برعکس قدرت کی مرضی نہیں۔

(۶) مرد کو پروردگار نے عورت کی نسبت قوی اور زبردست پیدا کیا ہے اور عورت کو نازک اور ضعیف الاعضاء لہذا اس سے ظاہر ہے کہ قوی کئی زیردستوں کو اپنے ماتحت رکھ سکتا ہے نہ برعکس۔

(۷) قدرتی تعلق کی طرف غور کریں تو ایک عورت کے اگر سو خاوند بھی ہوں تاہم ایک حمل میں وہ ایک دو بچہ سے زیادہ جن نہیں سکتی مگر ایک مرد کے جاہے جسقدر جوروین ہوں وہ سب توالد کو پورا کر سکنے کا واسطہ ہو سکتی ہیں۔

بہشت میں مردوں کیلئے زیادہ عورتیں ملنے کا راز اور عورتوں کے لیئے ایک سے زیادہ خاوند نہ ہونے کی وجہ

(۱) انعام میں راحت کے سامان اور اعزاز و اکرام کے اسباب تو دیئے جاتے ہیں۔ پر رنج و کلفت کے سامان اور تحقیر و توہین کے اسباب انعام میں نہیں دیئے جاتے یہ چیزیں سزا کے لیئے ہوتی ہیں بہشت میں جو کچھ ہوگا بطور انعام و جزا ہوگا اگر وہاں ایک مرد کو متعدد عورتیں ملیں تو اعزاز و اکرام بھی ہے اور راحت و آرام بھی ہے اور ایک عورت کو متعدد خاوند ملیں۔ تو راحت و آرام تو کچھ زیادہ نہ ہوگا خاصکر اس صورت میں جبکہ مرد کی قوت سب عورتوں کی خواہش کے برابر بڑہائی جاوے جیسے اہل اسلام کی روایات اسپر شاہد ہیں پر بجائے اعزاز و اکرام اُلٹی تحقیر و تذلیل و توہین ہوگی۔

۸۴

اگر ایک عورت کے لیئے کئی خاوند قرار دیئے جاتے تو یوں کہو کہ حاکم متعدد ہونگے۔ اور حاکم متعدد ہوئے تو جتنے حاکم زیادہ ہونگے اتنی ہی محکوم میں ذلت زیادہ ہوگی سو یہ تحقیر اور تذلیل اور توہین عورت کے حق میں اگر جائز ہوتی تو دُنیا میں کسی مذہب میں شاید اسکی اجازت ہوتی۔

بہشت میں جو جائے عزت و آرام ہے یہ صورت تحقیر ہرگز ممکن الوقوع نہیں ہاں اگر ایک خاوند سے رفع ضرورت متصور نہوتی یا لذت میں کمی رہتی تو اسوقت شاید بہ لاچاری یہ امر انکے لئے تجویز کیا جاتا مگر روایات صحیحہ اہل اسلام اسپر شاہد ہیں کہ ایک مرد کو بہشت میں اتنی قوت ہوگی کہ علی الاتصال تیس تیس عورتوں کے پاس جاسکے اور جسطرح رب العالمین نے دُنیا کے اندر مرد و عورت کی حالت اور فطرت میں اختلاف کیا ہے یعنی مرد حاکم ہے اور عورت محکوم۔ مرد مخدوم ہے اور عورت خادم مرد کا پاساز بر ہے اور عورت کا زیر اسیطرح جنت میں بھی ان کی حالتوں میں اختلاف ہوگا۔

عورت کے لئے کیوں ایک ہی خاوند ٹھیرایا گیا اسکی ایک اور وجہ

خدا تعالےٰ نے مردوں کو رسالت و نبوت و خلافت و بادشاہی و امارت میں عورتوں پر

فضیلت دی ہے مردونکو عورتوں پر حاکم بنایا تاکہ وہ عورتوں کے مصالح وبہبودی میں کوشاں رہیں اور انکے امور معاش کے لئے چلتے پھرتے رہیں اور خطرناک مقامات میں وارد ہوں اور جنگلوں اور بیابانوں کو طے کریں اور اپنی جانوں کو عورات کے لئے محنت ومشقت میں ڈالیں۔ پس خدا تعالےٰ نے مردوں کی قدردانی کی ہے اور انکو وہ اختیارات دیئے ہیں جو عورتونکو نہیں دیئے اور مردونکو وہ طاقتیں دی ہیں جو عورتوں کو نہیں دیں جب تم مردونکی محنت ومشقت میں غور کروگے جوکہ عورتوں کے مصالح وبہتری میں ساعی رہتے ہیں تو تم پر صاف عیاں ہوجائیگا کہ عورات کی محنت مردونکی نسبت بہت کم ہے اور مردوں کا حصہ محنت ومشقت وتحمل میں زیادہ تر ہے اور یہ امر خدا تعالےٰ کے کمال حکمت اور اسکی رحمت پر مبنی ہے پس جبکہ مرد پر اسقدر بوجھ ڈالے گئے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہیں ان بوجھوں کی برداشت کی طاقت بھی زیادہ رکھی گئی ہے اور وہ کئی عورتونکو بھی رکھ سکتا ہے اور جبکہ عورت پر اس قدر بوجھ نہیں ڈالے گئے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان بوجھوں کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتی۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے عورت کی فطرت وسرشت کے مطابق ہر ایک عورت کے لئے ایک ہی خاوند تجویز فرمایا۔

٨٩

کتاب الرق

غلام ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی غلامی کی فلاسفی اور اسلام سے پہلے غلامی کی حالت

الحمد للہ الذی خلق الناس نوعین الادانی والاعالی لیتخذ بعضھم بعضا سخریا والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد المصطفیٰ واحمد المجتبیٰ الذی جعلہ اعدل الناس لیکون لھم اسوۃ حسنۃ وشفیعا وعلی الہ واصحابہ ھذا طریق الحق وحماۃ الاسلام۔ اما بعد واضح ہو کہ جن لوگوں نے غلامی کے خلاف لکھا ہے انھوں نے اسکی اسقدر تقبیح کی ہے اور اسکو سراپا خوبیوں سے اسقدر خالی اور مضرات سے اسقدر پرتاب کرکے دکھانے کی کوشش کی ہے

کہ جو شخص ٹھنڈے دل سے اور جوش سے خالی ہو کر اس مضمون پر قلم اٹھاوے (جبکا یہ مقصد ہو
کہ ہر شے کی تہ تک پہنچے اور بدی پر اسوقت بھی لعنت بھیجنے کے لئے تیار ہو جبکہ وہ نیکی کا لباس
پہنکر نکلے اور نیکی کی اسوقت بھی تعریف کرنے کے لئے آمادہ ہو جبکہ تمام دنیا اس نیکی کو بُرا
سمجھ رہی ہو) اوس شخص کا فرض ہو گا کہ ابتداہی میں اس غلط فہمی کو دُور کرے کہ غلامی کا
رواج سراسر لغو اور فضول تھا جس سے کوئی فائدہ نہ تھا بلکہ سراسر نقصان ہی نقصان تھا۔
اس لئے میں بھی اس غلط فہمی کو دُور کرتا ہوں پس سنئے حق یہ ہے کہ انسانی سوسائٹی اپنی
تدریجی ترقی میں ایسی حالتوں سے ہو گذری ہے کہ ان حالات کے ماتحت غلام بنانے میں
نہ صرف وہ حق ہی پر تھے بلکہ ضروری تھا کہ ایسے حالات میں غلامی کا رواج ہوتا دُنیا میں بہت سے
رواج ابتک ایسے چلے آتے ہیں کہ جنپر غور کرو تو وہ دل پر ایک دہشت سی پیدا کرتے ہیں
مگر تاہم بہت سے اغراض ترقی کے لئے انکا جاری رہنا ضروری ہے جسوقت ایک فتحیاب
جرنیل بڑے بڑے جہازوں کو جن پر ہزار ہا انسان ملک کے چیدہ اور بہادر نوجوان موجود
ہوتے ہیں ایک دم غرق کرکے سمندر کی تہ میں پہنچا دیتا ہے یا ایک بڑے شہر پر گولہ باری
کرکے بشمار بیگناہ عورتوں اور بچوں کو تباہ کر دیتا ہے تو کبھی اسکی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں
آتا مگر ہر حالت میں یہ کہنا جائز نہ ہو گا کہ وہ ایک سخت دل ظالم اور بیرحم انسان ہے۔ وہ
لوگ جو اپنی رحم دلی کے سبب ایک انسان کے قتل کو برداشت نہیں کر سکتے اور اس کے
واقعات کو سُنکر کانپ اٹھتے ہیں وہی دوسرے موقعوں پر ہزار ہا انسانوں کو اپنے ہاتھ سے
قتل کرکے یا اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھکر کبھی لرزہ نہیں کھاتے بلکہ بسا اوقات
خوش ہوتے ہیں جنگوں کا ہوتا انسانی سوسائٹی کی ضروریات میں سے رہا ہے اور اب تک
یہی حال ہے۔

جوں جوں انسانی گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کیا جاوے یہ معلوم ہو گا کہ لڑائیاں انسان
کی ابتدائی ترقی میں اسکی موجودہ حالت سے بڑھکر ضروری رہی ہیں اور انہی جنگوں کے لوازم
میں سے ہی غلامی بھی ہے بلکہ درحقیقت غلامی کا رواج انسانی ترقی میں ایک عظیم مرحلہ تھا
کیونکہ اس رواج کے ساتھ وہ بیرحمی جاتی رہی جسکے رو سے کل کے کل اسیر جو کسی دوسری

قوم کے ساتھ جنگ میں ہاتھ لگے ہوں قتل کئے جاتے تھے چنانچہ ایک عیسائی مصنف لکھتا ہے
"مگر اس بات کو ابھی تک لوگوں نے اچھی طرح نہیں سمجھا کہ پچھلی تمدنی تدریجی ترقی میں جنگ ایک ضروری فرض کو ادا کرنیوالی تھی۔ اول اس لحاظ سے کہ جنگ کا اصل مقصود یہ تھا کہ متفرق قومیں ایک ہو جائیں اور اس لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ مخالفین میں سے جو لوگ پکڑے جائیں وہ ایک ماتحتی کی حالت میں رکھے جائیں تاکہ دوبارہ اس قوم کو سر اٹھانیکی طاقت نہ ہو اور یوں جنگ کا اصلی مقصد حاصل ہو۔ دوم اس لحاظ سے کہ یہ مسلم امر ہے کہ ابتدا میں انسانی سوسائٹی میں محنت اور مشقت کے کاموں سے گریز کیا جاتا ہے اور عموماً آرام طلبی زیادہ ہوتی ہے پس جب ایک قوم کے لوگ اپنے مخالفوں کے درمیان آکر رہینگے تو وہ سوائے مجبوری کے کبھی کام نہ کرینگے اسلئے ضروری ہوا کہ انکو غلام بنا کر انسے کام لیا جاوے اس دوسرے امر کے متعلق اسقدر کہدینا کافی ہے کہ دنیا کی کسی قوم میں بھی خود بخود اور خوشی سے محنت کو اختیار نہیں کیا گیا بلکہ ہر ایک ملک میں جسکا ہمیں علم ہے یہی نظر آتا ہے کہ زبردستوں نے مجبور کر کے زیردستوں کو کام پر لگایا ہے اور انسے محنت شاقہ کے کام لئے ہیں اور آخر جب مدت تک یہ مجبوری چلی آئی تو پھر اس قوم کی عادت میں وہ امر داخل ہو گیا۔ امر اول کے لحاظ سے آزاد آدمی لازماً جنگ پیشہ تھے اور غلام محنت کا کام کرنیوالے لوگ تھے اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کیلئے بطور معاون تھے اور ایک کا وجود دوسرے کے لئے سہارے اور آسائش کیلئے اور اسکے کام پر لگا رہنے کے لئے ضروری تھا اور یوں بغیر مقابلہ اور جھگڑے کے وہ دونوں ایک دوسرے کے معاون ہو کر انسانی سوسائٹی کی ترقی کے ذرائع تھے"

۹۱

اسلام میں غلاموں سے سلوک

یہ ایک امر واقع ہے جسکی تصدیق روزمرہ واقعات سے ہو رہی ہے کہ مسلمانوں میں مالک اور مملوک کا تعلق مغرب میں آقا اور نوکر کے تعلق سے بدرجہا بہتر ہے جو لوگ صاحب عزت یا صاحب ثروت ہیں وہ غریب لوگونکو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر یہ تحقیر ان مغربی اقوام

میں سب سے بڑی ہوئی ہے جنکو اس بات پر فخر ہے کہ ہم غلامی کے رواج سے آزاد ہوچکے ہیں اسمیں شک نہیں کہ غلامی کے نام کو انھوں نے دُور کردیا ہے مگر اسکی حقیقت اب بھی نوکر اور آقا کے تعلقات میں ویسی ہی پائی جاتی ہے اور نام کی تبدیلی سے حقیقت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ایک مہذب مغربی جب ایک غیر قوم کے آدمی کو ملازم رکھتا ہے تو وہ اسے ایک وحشی سے بھی بدتر سمجھکر سلوک کرتا ہے خصوصًا اس حالت میں جب ملازم کا کام ادنی درجہ کا ہو اور جہانتک سختی اور سلوک کا سوال ہے کوئی شخص امتیاز نہیں کرسکتا کہ صاحب کا سلوک اپنے نوکر سے اچھا ہے یا قدیم زمانہ میں ایک رومی کا تعلق اپنے غلام سے اچھا تھا شاید ہی کوئی موسم گرما ایسا گذرتا ہوگا جب یہ آواز ہمارے کانوں میں نہ پڑتی ہو کہ ایک غریب پنکھا قلی کو آقا نے مار مار کر صرف اس لئے ہلاک کردیا کہ اس بدقسمت کو تھک کر ذرا اونگھ آگئی تھی اس حالت میں میں نہیں سمجھتا کہ رومی مالک کو وہ کونسا اختیار اپنے غلام پر حاصل تھا جو اب ایک مہذب عیسائی کو اپنے نوکر پر حاصل نہیں یا کونسی بدسلوکی وہ کرتا تھا جو اب نہیں کیجاتی اور گالیاں دینا یا معمولی طور پر مار لینا تو کوئی بات ہی نہیں مہذب مغربی اقوام کو غلامی کے موقوف کرنے پر اسوقت تک فخر نہیں کرنا چاہیئے جبتک کہ حقیقت غلامی یعنی نوکروں پر ظلم اور انکے ساتھ بدسلوکی سے وہ نجات حاصل نہ کرلیں اگر غلامی موقوف کرنے میں بڑی غرض یہ تھی کہ جو ظلم ایک مالک مملوک سے خدمت لینے میں کرسکتا ہے اونکو روکا جاوے اور ان لوگونکو جو کہ غلام کہلاتے ہیں انکی ذلیل حالت سے نکالکر دوسرے انسانوں کی طرح ان کو سمجھا جاوے تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یورپ میں سے ابھی تک غلامی کا رواج دُور نہیں ہوا اور ابھی تک وہ مقصد حاصل نہیں کیا جو اسلام نے اس تیرہ سو سال پہلے حاصل کرچکا ہے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یورپین دیسی ملازموں کو جنسے وہ خدمت کا کام لیتے ہیں وحشیوں سے اچھا نہیں سمجھتے۔ پھر اتنی بات سے کیا فرق ہوجائیگا کہ وہ انکا نام غلام نہیں بلکہ خادم رکھتے ہیں آقا اور خادم کے سچے تعلقات کو سمجھنے میں یورپ ابھی اسلام سے باوجود تیرہ صدیاں گذر جانے کے بہت پیچھے ہے جو ذلت قدیم اقوام میں غلام کے نام سے لگی ہوئی تھی اور یہ ذلت آج بھی غریب اور کم حیثیت آدمیوں کی کیجاتی ہے اسلام نے اسکو غلامی کے

۹۲

(باقی آئندہ)

خویش را در مضحکه انداختم
مالها با دشمنان در باختم

تا که امشب جمله اسرائیلیان
دور مانند از ملاقات زنان

مال رفت و آبرو و کار خام
این بود یاری و افعال کرام

سالها ادرار و خلعت میبرید
مملکتها را مسلّم میخورید

از برائے آنکه در روز چنین
فهم گرد آرید باشید معین

رائے تان این بُد و فرهنگ و نجوم
طبل خوارانید و مکارید و شوم

۸۱

من شما را بر درم آتش زنم
بینی و گوش و لبان تان بر کنم

من شما را هیزم آتش کنم
عیش رفته بر شما ناخوش کنم

سجده کردند و بگفتند اے خدیو
گر یکے کرّت ز ما چربید دیو

سالها دفع بلاها کرده ایم
وهم حیران زانچه ما ها کرده ایم

فوت شد از ما و حملش شد پدید
نطفه اش جست است رحم اندر خزید

لیک استغفار این روز ولاد | مانگہداریم اے شاہ قباد
روز میلادش رصد بندتم ما | تانگرد و فوت وبجہد این قضا
گرنداریم این نگہ مارا بکش | لے غلام رائے توافکار وش
تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز | تانہ پرد تیر حکم خصم دوز
بر قضا ہر کو شب خون آورد | سرنگون آید زخون خود خورد

۸۲ چون مکان بر لامکان حملہ برد | خون خود ریزد بلا ہا را خرد
چون زمین با آسمان خصمے کند | شورہ گردد سر زمرگے برزند
نقش با نقاشش پنجہ مے زند | سبلتان وریش خود برمی کند

رات بھر تو پریشان رہا اور کسی مصلحت سے رات کو تفتیش نہ کر سکا جب صبح ہوئی تو کہا اے عمران جاؤ اور ان آوازوں اور شوروں کا سبب معلوم کرو عمران میدان میں گئے اور جا کر کہا کہ یہ کیا شور تھا بادشاہ نے اُسے سُنا ہے اور مجھے تحقیق کیلئے بھیجا ہے ہر منجم ننگے سر تھا کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اہل ماتم کیطرح سر پر خاک ڈال رکھی تھی اور فریاد کرنے اور شور کرنے سے اہل ماتم کیطرح آوازیں بیٹھ گئی تھیں۔ داڑھیاں اور بال نُچے ہوتے تھے ناخنوں سے مُنہ نُچا ہوا تھا سر پر خاک پڑی ہوئی تھی آنکھوں میں خون کے آنسو

بھرے ہوئے تھے جب اونکی یہ حالت تفصیلی طور پر دیکھی تو کہا کہ خیر تو ہے یہ پریشانی کیسی ہے
اور تم نے یہ حالت کیوں بنائی ہے یہ منحوس سال تو بُری نشانیاں دکھلا رہا ہے خدا خیر کرے
یہ سنکر سب نے معذرت کی اور کہا کہ ہم تقدیر کے پنجہ میں پھنس گئے ہم نے سب کچھ کیا
لیکن سلطنت مکدر ہوگئی اور بادشاہ کا دشمن پیدا ہوگیا اور غالب آگیا اور ہماری آنکھوں میں
دھول ڈالکر اوس بچہ کا ستارہ آسمان کی پیشانی پر نمودار ہوگیا چونکہ وہ ستارہ آسمان پر
طلوع ہوگیا ہے اسلئے ہم اپنی آنکھوں سے رو رو کر ستارہ (آنسو) برسا رہے ہیں عمران دلمیں
تو خوش تھے مگر بناوٹ سے سر پر دو ہتڑ مارے اور کہا ہائے سلطنت کی مفارقت عمران
نے اپنی صورت غصہ اور خفگی کی بنائی اور جیسے دیوانے بے ہوش وحواس ہوتے ہیں اسطرح
آگے بڑھے اور اپنے کو انجان بناکر اونکی طرف چلے اور اس مجمع کو بہت کچھ سخت و سست
کہا وہ اپنے کو غصہ ور و مغموم بناکر الٹی چال چل رہے تھے یعنی اونکو فریب دے رہے تھے
تاکہ کوئی تاڑ نہ جائے کہ یہی حضرت ہیں جنکی بدولت یہ آفت آئی ہے اور اونسے کہہ رہے
ہے کہ تم نے میرے بادشاہ کو بڑا دہوکا دیا کمبختو یا جیو تم اسوقت بھی خیانت اور طمع سے باز
نہ رہے تم نے بادشاہ کو میدان میں لاکر اوسکی توہین کی کیونکہ جب یہ معلوم ہوگا کہ بادشاہ
جس غرض سے میدان میں گئے تھے وہ غرض پوری نہ ہوئی تو بادشاہ کی تدبیر اور اسکے
اقتدار پر کتنا بڑا حرف آئیگا تم نے اوسوقت سینہ ٹھوک کر کہا تھا کہ ہم بادشاہ کو فکر سے
نجات دینگے اب کیا ہوئی تمہاری تدبیر۔ روپیہ بھی مفت میں برباد ہوا اور کام بھی کچا رہا
غرض اونکو خوب ڈانٹا اور جو جی میں آیا کہا۔ اسکے بعد بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ
سے پورا واقعہ بیان کیا جب بادشاہ نے یہ واقعہ سُنا تو مارے رنج کے چہرہ سیاہ ہوگیا۔
اور اس بے ایمان نے غیظ میں آکر منجمین وغیرہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ حاضر
ہوئے تو کہا کہ او بے ایمانو میں تم کو سولی پر لٹکاؤنگا تمہارے کہنے سے میں نے اپنا
مضحکہ کیا دشمنونکو مال و دولت دی حتی کہ اسرائیلی آج رات کو اپنی عورتوں سے الگ
رہے پھر یہ واقعہ کیوں ہوا میرا مال بھی برباد ہوا آبرو میں بھی بٹہ آیا اور کام کا کام کچا
رہا گیا نہ دوستی اسی کے معنی ہیں اور پہلے مانسوں کی یہی باتیں ہوتی ہیں برس گذر گئے

٨٣

کہ تم مجھ سے تنخواہیں اور خلعتیں لے رہے ہو اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے برابر جاگیریں مسلم تمہارے ہے ہو یہ سب اسی لئے تو کہ تم اڑے وقت میں اپنے خیالات منتشرہ کو جمع کر کے معاملہ پر غور کرو اور میری اعانت کرو یہی تمہاری رائے تھی یہ ہی تمہاری عقل تھی اور یہی تمہارا نجوم تھا تم کسی کام کے نہیں فقط کھانے والے اور مکار اور منحوس ہو میں تمہاری کھال ادھیڑ ڈالوں گا تم کو آگ لگا دونگا تمہارے ناک کان ہونٹ سب اکھڑوا دونگا میں تم کو آگ میں جھونک دونگا اور تمہارے سارے گذشتہ عیش کو مکدر کر دونگا تم کیا بھولے ہوئے ہو۔ عتاب شاہی کو سنکر سب سجدہ میں گر گئے اور کہا کہ جہاں پناہ اگر ایک مرتبہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور شیطان ہم پر غالب آگیا ہے تو حضور معاف فرماویں آخر برسوں تک بلاؤں کو دفع بھی تو ہمیں نے کیا ہے اور وہ وہ کام کئے ہیں جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتے خیر اب تو بات ہاتھ سے نکل گئی اور حمل ظاہر ہو گیا۔ اور نطفہ نکلکر رحم میں پہونچ گیا لیکن پیدائش کے دن اسکی تلافی کا خیال رکھیں گے جب ولادت کا دن ہو گا او سوقت خوب رصد قائم کرینگے اور نہایت غور سے ستاروں کو دیکھیں گے تاکہ بات ہاتھ سے نہ نکل جائے اور تقدیر پردہ خفا سے منصہ ظہور پر جلوہ گر نہ ہو جائے اگر ہم اسکا لحاظ نہ رکھیں تو ہم واقعی گردن زدنی ہیں۔ حضور جو اسقدر دانا ہیں کہ دیگر افکار اور ہوش حضور کی رائے کے غلام ہیں ہم کو فوراً مار ڈالیں۔ خیر یہ واقعہ تو رفت گذشت ہوا لیکن اسکا خیال اسکی طبیعت میں سے نہ گیا۔ وہ نو مہینہ تک ایک ایک دن گنتا رہا کہ مبادا دشمن کو بند ہنے والا تیر قضا نہ چل جاوے لیکن کیا اس سے قضاء الٰہی رُک سکتی تھی ہرگز نہیں جو شخص قضاء الٰہی پر شبخون مارنے کا ارادہ کرتا ہے اور اسکو مٹانا چاہتا ہے وہ خود سر کے بل گرتا اور اپنا خون پیتا ہے اور جب ناسوت لاہوت پر حملہ کرتا ہے تو خود اپنے ہی کو ہلاک کرتا ہے اور اپنے ہی لئے بلائیں مول لیتا ہے جب زمین آسمان کیساتھ مخالفت کرتی ہے تو خود ہی شور ہوتی اور موت سے ٹکراتی ہے جب مصنوع صانع سے پنجہ کرتا ہے تو خود اپنی ہی ڈاڑھی اور مونچھیں اکھیڑتا ہے غرضکہ جب مخلوق خلق کا مقابلہ کرتا ہے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور حکم الٰہی کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔

شرح شبیری

روز شد گفتش کہ اے عمران برو واقف آن غلغل و آن بانگ شو

یعنی دن ہو گیا تو اون سے (عمران سے) فرعون نے کہا کہ عمران جاؤ اور اس شور وغل سے واقف ہو کہ کس وجہ سے یہ شور وغل ہو رہا تھا۔

راند عمران جانب میدان و گفت این چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت

یعنی عمران میدان کیطرف گئے اور بولے کہ یہ کیا غل تھا کہ بادشاہ کو نیند تک نہیں آئی۔

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک ہمچو اصحاب عزا پاشیدہ خاک

۸۵

یعنی ہر نجومی پھٹے کپڑے ننگے سر اور ماتم والونکی طرح سر پر خاک ڈالے ہوئے (تھا)

ہمچو اصحاب عزا آواز شان بد گرفتہ از فغان و ساز شان

یعنی ماتم والونکی طرح اونکے اوس فعل (ماتم) اور فغان سے اونکی آواز بیٹھ گئی تھی۔

ریش و مو برکندہ رو بدریدگان خاک بر سر کردہ پر خون دیدگان

یعنی ڈاڑھی اور بال (سر کے) اکھاڑے ہوئے اور منہ کو نوچے ہوئے اور سر پر خاک ڈالے اور آنکھیں پر خون غرضکہ مصیبت کے مارے بیچارونکی عجب حالت اور کیفیت ہو رہی تھی۔

گفت خیرست این چہ آشوبست حال بد نشانی مید ہد منحوس سال

یعنی عمران بولے کہ یہ کیا آشفتہ حال ہے اور بُری نشانی منحوس سال کو دیتی ہے مطلب یہ

کہ اوھون نے کہا کہ یہ بری صورت، بنا لینا بھی سبب سال کی نحوست کا ہوتا ہے۔ لہذا
تم کو چاہیئے کہ ایسی صورت نہ بناؤ۔

عذر آوردند و گفتند اے امیر کرد مارا دست تقدیرش اسیر

یعنی سب نے عذر کیا اور سب نے کہا کہ اے امیر ہم کو اوسکی تقدیر نے قید کر دیا تقدیرش
کی شین کی ضمیر حق تعالے کی طرف ہے اگر کہا جاوے کہ وہ تو خدا کے قائل بھی نہ تھے پھر
یہ جواب اوھون نے کیون دیا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ تو مولانا کے ہیں مولانا
اونسے روایت بالمعنی کر رہے ہیں اونکے الفاظ کچھ اور ہونگے غرضکہ اونھون نے یہ کہا کہ
ہم عاجز ہوگئے اور جو ہم نے انتظام کیا تھا اوسمیں ناکامیاب رہے۔

این ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد

یعنی ہم نے یہ سب کچھ انتظام کیا مگر سلطنت زوال میں آگئی اور دشمن شاہ ہست ہوگیا اور غالب
ہوگیا (اور ہماری کچھ نہ چلی تف ہے۔ نالائقو تمپر بہلا خدا کی پناہ بندے ہو کر خدا کا مقابلہ
اللھم احفظنا آخر ناکام نہ ہوتے تو کیا ہوتا) اور بولے کہ۔

شب ستارہ آن پسر آمد عیان کوری ما بر جبین آسمان

یعنی اوس لڑکے کا ستارہ رات آسمان کی جبین پر ہمارے خلاف ظاہر ہو ہی گیا۔

زو ستارہ آن پیمبر بر سما ما ستارہ بار گشتیم از بکا

یعنی اوس پیمبر کا ستارہ آسمان پر طلوع ہوگیا اور ہم بکا کی وجہ سے ستارہ بار ہوئے یعنی
ادہر وہ ستارہ نکلا اور ہم نے آنسو برسانا شروع کیئے انکو ستارہ سے تشبیہ دیدی جب وہ کہہ چکے
عمران بولے کہ

یا دل خوش شاد عمران و ز نفاق دست بر سر می بزد کاہ الفراق

۸۶

یعنی عمران دل سے توخوش تھے اور نفاق سے اونھون نے سر پہ ہاتھ مارا کہ افسوس فراق (سلطنت) مطلب یہ کہ عمران کو تو معلوم تھا کہ یہ میرا ہی لڑکا ہوگا تو وہ خوش تھے کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ میرے گھر میں ہوگا اسلیئے کہ جو سلطنت فرعونی کو تہ و بالا کرے وہ خود بھی تو بادشاہ ہونا چاہیئے اسلیئے دل میں توخوش تھے کہ سلطنت میرے گھر میں آوے گی مگر ظاہر میں اونکے دکھانے کو سر پیٹ لیا اور بہت افسوس کیا۔

کرد عمران خویش پُرخشم و ترش رفت چون دیوانگان بیعقل و ہش

یعنی عمران نے اپنے کو پُرخشم اور ترش بنالیا اور دیوانوں کی طرح بے عقل و ہوش ہو کر روانہ ہوگئے

خویشتن را اعجمی کرد و براند گفتہائے بس خشن بر جمع خواند

یعنی اپنے کو نادان بنالیا اور چلدیئے اور جماعت (نجومیون) کو بہت سخت سُست کہا۔

خویشتن را ترش غمگین ساخت او نردہائے باژگونہ باخت او

یعنی اونہون نے اپنے کو ترش اور غمگین بنالیا اور الٹی نرد اونہوں نے کھیلی مطلب یہ کہ انھوں نے اپنے کو بہ تکلف غصہ ور بنایا اور نجومیون کو بہت بُرا بھلا کہا اور دلمیں خوش تھے تو یہ اُلٹی بات کررہے تھے کہ تھے خوش اور بنے ناخوش اور نجومیوں سے کہا کہ۔

گفت شان شاہ مرا بفریفتید از خیانت وز طمع نشگفتید

یعنی اون سے کہا کہ تم نے میرے بادشاہ کو دہوکہ دیا اور خیانت اور طمع سے صبر نہ کرسکے۔

سوئے میدان شاہ را انگیختید ابروئے شاہ ما ریختید

یعنی ہمارے بادشاہ کو تم نے میدان کیطرف برانگیختہ کیا اور ہمارے بادشاہ کی آبروریزی کی۔ اسلیئے کہ جو اوسکو سنے وہ یہی کہے کہ کچھہ کر تو نہ لیا سارا انتظام دہرارہ گیا۔

دست بر سینہ نہادید از ضمان   شاہ را فارغ آریم از غمان

یعنی تم نے ضمانت سے سینہ پر ہاتھ رکھا تھا کہ ہم بادشاہ کو غموں سے فارغ کرینگے۔

عاقبت زرہا تلف شد کار خام   شد بر فرعون و بر خواندش تمام

یعنی آخر تمام روپیہ فضول گیا اور کام کچا رہا (اونکو یہ کہا اور خود) بادشاہ کے پاس چلے گئے۔
اور وہ سب اوس سے کہدیا روپیہ وہ ضائع ہوا جو اس انتظام میں خرچ ہوا اور بنی اسرائیل
کو انعام میں دیا گیا تو اوس سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

چون شنید از غصہ رویش شد سیاہ   خواند ایشان را ز خشم آن دین تباہ

یعنی جب فرعون نے سُنا تو غصہ سے اوسکا منہ سیاہ ہو گیا اور اون نجومیوں کو اس دین
تباہ نے غصہ میں بلایا مطلب یہ کہ سخت غم ہوا۔

۸۸

گفت ایشانرا کہ ہی ای خائنان   من بر آویزم شما را بے امان

یعنی اونسے بولا کہ ارے دغابازو میں تمہیں (دار پر) بے امان کے لٹکا دونگا۔

خویش را در مضحکہ انداختیم   مالہا با دشمنان در باختیم

یعنی اپنے کو ہم نے مضحکہ میں ڈالا (کہ میدان میں گئے اور) اموال دشمنوں (بنی اسرائیل)
کو ہم نے دئے۔

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیان   دور ماندند از ملاقات زنان

یعنی یہانتک کہ آجکی رات سارے بنی اسرائیل عورتوں سے ملنے سے دور رہے (مگر)

مال رفت و آبرو و کار خام   این بود یاری و افعال کرام

کتاب الاذکار والدعوات

الحدیث یقول اللہ تعالیٰ انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ ہ حب من حدیث ابی ہریرۃ وکسا من حدیث ابی الدرداءؓ وقال صحیح الاسناد **ف** فیہ فضل الذکر وفیہ فضلیۃ الجمع بین ذکر القلب وذکر اللسان من الذکر باحدھما واما التفاضل فیما بینھما فبحث مستقل وظاھر الروایات کون الذکر القلبی المحض افضل من اللسانی المحض

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام پر اُس کے ہونٹ ہلتے رہیں روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابو ہریرہ کی حدیث سے اور حاکم نے ابو الدرداء کی حدیث سے۔ اور حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہے **ف** اس حدیث میں فضیلت ہے ذکر کی اور نیز اس میں یہ بھی ہے کہ ذکر قلبی و ذکر لسانی کو جمع کرنا (جیسا کہ مجموعہ ذکرنی اور تحرکت اسپر دال ہے) بمقابلہ خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی کے افضل ہے رہی یہ بات کہ ان دونوں (یعنی خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی) میں کون افضل ہے سو یہ ایک مستقل بحث ہے اور ظاہر روایات کا یہ ہے خالی ذکر قلبی خالی ذکر لسانی سے افضل ہے۔

الحدیث قال اللہ تعالیٰ اذا ذکرنی عبدی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی الحدیث متفق علیہ من حدیث ابی ہریرۃ وتمامہ واذا ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملائہ واذا تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا واذا

حدیث حق تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اپنے جی میں میں اُس کا ذکر کرتا ہوں اپنے جی میں الحدیث روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے۔ اور پوری حدیث یہ ہے کہ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے جماعت میں میں اس کا ذکر کرتا ہوں ایسی جماعت میں کہ اُس کی جماعت سے بہتر

فضل الذکر وفضل الجمع بین ذکر القلب واللسان
فائدہ ذکر قلبی و ذکر لسانی میں کونسا افضل ہے

۱۸۴

تقرب منی ذراعا تقربت منہ باعا واذا مشی الی ہرولت الیہ

ف مقابلۃ الذکر فی النفس بالذکر فی الملأ یدل علی ان المراد بہ الذی لا یطلع علیہ الملأ سواء کان بالقلب او باللسان فتخصیصہ بالاول مما لا دلیل علیہ وفیہ ایضاً عذر الصوفیۃ فی تمثیلاتہم للذات والصفات الالٰھیۃ کما فی الحدیث من تمثیل القرب المعنوی بالحسی

ہوتی ہے (یعنی ملائکہ و ارواحِ طیبہ) اور جب وہ مجھسے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اُس سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہے تو میں اُس سے ایک باع (یعنی دونوں ہاتھ کی کشادگی اور پھیلاؤ کی قدر) نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلکر آتا ہے تو میں اُس کی طرف دوڑکر آتا ہوں **ف** ذکر فی النفس کو ذکر فے الجماعۃ کے مقابلے میں لانا اس پر دال ہے کہ مراد ذکر فی النفس سے وہ ذکر ہے جس پر جماعت مطلع نہ ہو خواہ بالقلب ہو خواہ باللسان ہو پس ذکر فی النفس کی تفسیر صرف ذکر بالقلب کے ساتھ کرنا (جیسا بعض نے یہ تفسیر کرکے اس سے ذکر قلبی کی فضلیت علی الاطلاق ثابت کی ہے) بلا دلیل ہے اور نیز اس میں صوفیہ کرام کا عذر ہے اس باب میں کہ وہ ذات وصفات کی تمثیلات لایا کرتے ہیں جیسا اس حدیث میں تقربت واتیتہ کے جملوں میں اقرب معنوی (الٰہی) کو قرب حسی کے ساتھ تمثیل دی ہے (باعا و ذراعا و ہرولۃ کے قیود میں)۔

الحدیث القبر اما حفرۃ من حفر النار او روضۃ من ریاض الجنۃ

حدیث قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے

تفسیر الذکر فی النفس وعذر الصوفیۃ فی تمثیلاتہم

تفسیر ذکر فی النفس و عذر صوفیہ در تمثیلات ربان

۴۳

ت من حديث ابی سعيد
بتقديم وتاخير وقال غريب
قلت فيه عبيد الله بن
الوليد الوصافی ضعيف
الحديث ارواح المومنين
فی حو اصل طيور خضر
معلقة تحت العرش من
حديث كعب بن مالك ان ارواح
المومنين فی طير خضر تعلق بشجر
الجنة و س يكون بلفظ انما نسمة
المومنين طائر ورواه ت
بلفظ ارواح الشهداء وقال
حسن صحيح ف مجموع الحديثين
دليل على ان القبر المذكور
فی النصوص هو عالم البرزخ
لا هذه الحضرة الخاصة
فان المومن فی القبر ثم هو
معلق بالعرش وهو غير الحضرة

الحديث حديث ابی هريرة اقرب
ما يكون العبد من ربه وهو ساجد
فاكثروا من الدعاء رواه م ف

روایت کیا اس کو ترمذی نے ابوسعید کی حدیث سے
کچھ تقدیم وتاخیر کے ساتھ اور ترمذی نے اس کو غریب
کہا میں کہتا ہوں کہ اس (کی سند) میں عبید اللہ
بن الولید وصافی ہیں جو ضعیف ہیں حدیث
مومنین کی ارواح سبز پرندوں کے قالبوں میں عرش
کے نیچے معلق رہتی ہیں روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے
کعب بن مالک کی حدیث سے کہ مومنین کی ارواح
سبز پرندوں میں جنت کے درختوں سے معلق رہتی
ہیں اور نسائی نے اس لفظ سے روایت کیا ہے
کہ مومن کا نسمہ (یعنی جان گویا) ایک طائر ہے اور
روایت کیا اس کو ترمذی نے اس لفظ سے کہ شہدار
کی ارواح الخ اور کہا کہ حسن ہے صحیح ہے ف
مجموعہ حدیثین اس پر دلیل ہے کہ لفظ قبر جو نصوص
میں وارد ہے اُس کی تفسیر عالم برزخ ہے نہ یہ خاص
گڑھا۔ چنانچہ مومن قبر میں ہے پھر (اسی حالت میں)
وہ عرش سے بھی معلق ہے۔ حالانکہ عرش عین حفرہ
نہیں (اور اس تفسیر سے بہت سے اشکالات
متعلقہ قبر رفع ہوجاویں گے)۔

حدیث ابوہریرہ کی حدیث کہ بندہ سب سے
زیادہ جو اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اس حالت
میں جب وہ سجدہ میں ہو سو (اس میں) کثرت سے

۴۲۳

فیہ کون الدعاء ما للذکر فان المطلوب فی السجود بالکثرۃ ھو التسبیح الذی ھو الذکر لا الدعاء کما ھو ظاھر الحدیث فعلم ان التسبیح سماہ دعاء فثبت ان اھل التفویض ھم اھل الدعاء ایضاً

دعا کیا کرو روایت کیا اس کو مسلم نے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا ذکر کو عام ہے کیونکہ سجدہ میں جس کی کثرت مطلوب ہے وہ تسبیح ہے جو کہ ذکر ہے اور دعا کثرت سے (سجدہ میں) مطلوب نہیں جیسا کہ اس حدیث کا ظاہر ہے (اور یہ قواعد شرع سے ظاہر ہے) پس (صاف) معلوم ہوا کہ تسبیح کو دعا فرما دیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ اہل تفویض (جو کہ دعا نہیں کرتے وہ) بھی اہل دعا میں (کیونکہ اہل ذکر تو یقیناً ہیں پس ان پر ترک دعا کا یا حرمان عن برکات الدعاء کا شبہ غلط ہے)۔

الحدیث احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل متفق علیہ من حدیث عائشۃ **ف** فیہ النکیر اللطیف علی ترک الدوام

حدیث سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو اعمال میں وہ ہے جس پر دوام اگرچہ قلیل ہی ہو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے حدیث عائشہ سے **ف** اس حدیث میں ایک لطیف نکیر ہے ترک دوام پر۔ (اس طرح سے کہ اوسکی تحصیل کے لئے قلت عمل کو گوارا فرما لیا تو عدم دوام کے ساتھ عمل کثیر کو بھی پسند نہیں کیا گیا تو ترک دوام ایسا ناپسند ہے کہ اوسکا تدارک کثرت عمل سے بھی نہیں ہو سکا)

الحدیث حدیث ابی ھریرۃ من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شھرا وھو الیوم الذی ھبط فیہ

حدیث ابوہریرہ کی حدیث جو شخص رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اوسکے لئے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھیں گے۔

(باقی آئندہ)

حاشیہ حکایت (۲۶) قولہ ہاں بھائی بات تو بہت ٹھیک کہتے ہو اقول

یہ شبہہ نکیا جاوے کہ غیر ٹھیک کو کیسے ٹھیک فرمادیا اور ٹھیک بات کیوں نہ تبلادی بات یہ ہی کہ چونکہ ان حضرات کی نظر ہمیشہ کمالات موجودہ سے آگے کے کمالات پر ہوتی ہے اونکے اعتبار سے اپنے کمالات موجودہ کو کمال نہیں سمجھتے اس اعتبار سے نفی کمال کو ٹھیک فرمادیا باقی اصلی بات کا نہ تبلانا اوسکی وجہ نااہل سے غیرت فی الدین ہے کما قال الشیرازی ؒ سہ

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی ؛ بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی (رشست)

(۲۷) خانصاحب نے فرمایا کہ حکیم عبدالسلام صاحب ملیح آبادی کو مولانا نانوتوی کی خدمت میں جانیکا بہت شوق تھا مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تو حضرت مولانا کی خدمت میں جاوے مجھے اپنے ساتھ ضرور لے جانا. لیکن مجھ بد نصیب کے دل میں ایک خیال جم گیا تھا اور وہ یہ کہ حکیم صاحب بہت خوش بیان اور گویا آدمی ہیں. واجد علی شاہ کے طبیب خاص بھی رہے ہیں اور حضرت مولانا کی خوش بیانی اور پر گوئی (یعنی بسط فی الکلام) یا تو وعظ مین ہوتی ہے یا سبق پڑہانے میں اور معمولی گفتگو انکی قصباتی ہے اور یہ زمانہ مولانا کی علالت کا تھا اور اسباق نہ ہوتے تھے اسلئے ایسا نہ ہو کہ مولانا سے ملنے کے بعد یہ انکو خاطر میں نہ لائیں اور ان سے بد اعتقاد ہو جائیں اور اختلاف خیال کے سبب میرے اور انکے لطف صحبت میں رخنہ واقع ہو بنا برین جب میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو اونکو ساتھ نہ لے گیا جب میں واپس آیا تو بہت ناخوش ہوئے. اتفاق سے میرا دوبارہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہونیکا ارادہ ہوا مگر اس مرتبہ بھی میں نے ان سے اطلاع نہیں کی لیکن حکیم صاحب کو کسی ذریعہ سے میرا ارادہ معلوم ہو گیا. اور وہ خود بخود ہاتھ میں بیگ لئے ہوئے میرے پاس آگئے اور کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلونگا اب تو میں مجبور ہو گیا اور ہم تین آدمی میں اور حکیم صاحب اور محمد خانصاحب خورجوی مولانا کی خدمت میں روانہ ہو گئے جسوقت ہم دیوبند پہنچے ہیں اوسوقت آفتاب غروب ہو گیا تھا اور ہم نے مغرب کی نماز اوس مسجد مین پڑہی جہاں یکے کہڑے ہوتے ہیں. نماز پڑہکر ہم تینوں پیدل حضرت مولانا کی خدمت میں روانہ ہوگئے. مولانا اوس زمانہ میں مولوی محمود حسن صاحب کے

مکان پر رہتے تھے جب مولوی محمود حسن صاحب کا مکان تقریباً پچاس قدم رہگیا تو میں محمد خان کو حکیم صاحب کے ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھگیا اور ان سے پہلے مولانا کے پاس پہنچ گیا۔ مولانا کا لباس اوسوقت یہ تھا سر پر میلا اور پھٹا ہوا عمامہ تھا جسمیں لیرے پڑے ہوئے تھے اور چونکہ سردی کا زمانہ تھا اسلئے ایک دھوتر کی نیلی رنگی ہوئی مرزئی پہنے ہوئے تھے جسمیں بندلگے ہوئے تھے اور نیچے نہ تہبند (کرتہ پہنتے ہی نہ تھے) اور نہ انگرکھا تھا اور ایک رضائی اوڑھے تھے جو نیلی رنگی ہوئی تھی۔ اور جسمیں مومی کی گوٹ لگی ہوئی تھی جو پھٹی ہوئی تھی اور کہیں تھی اور کہیں بالکل اڑی ہوئی تھی میں نے سلام کرکے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حکیم عبدالسلام حضور کی زیارت کے لئے آرہے ہیں۔ تو مولانا یہ سمجھے کہ یہ مولوی عبدالسلام ہسوی ہیں جو شاہ احمد سعید صاحب کے خلیفہ اور شاہ عبدالغنی صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے میں نے عرض کیا کہ حضرت مولوی عبدالسلام ہسوی نہیں۔ بلکہ حکیم عبدالسلام ملیح آبادی ہیں جو مفتی حسین احمد صاحب کے لڑکے ہیں مولانا مفتی صاحب سے واقف تھے اسلئے انھوں نے ان کو پہچان لیا۔ یہ گفتگو ہوچکی تھی اتنے میں محمد خاں حکیم صاحب کو لئے ہوئے مولانا کی خدمت میں آپہونچے۔ جسوقت یہ دونوں آئے ہیں اوسوقت مجلس کا یہ رنگ تھا کہ دروازہ کے سامنے مولوی ذوالفقار علی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور انکے برابر میں مظفر نگر کے ایک عالم بیٹھے ہوئے تھے جنکا نام مجھے یاد نہیں اور مولانا ایک طرف کو چارپائی سے کمر لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور اونکے برابر میں دیوبند کے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو لباس بھی عمدہ پہنے ہوئے تھے اور ڈاڑھی بھی شاندار تھی اوسی مجلس میں مولوی عبدالکریم پنجابی مولانا کے شاگرد بھی تھے جب حکیم عبدالسلام پہونچے تو سب لوگ انکی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ حکیم صاحب مولانا کے دھوکہ میں تمام شاندار لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں مگر مولانا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے بتلایا کہ مولانا یہ ہیں وہ مولانا سے مصافحہ کرکے انکے قریب ہی بیٹھ گئے اور نہایت لسانی سے گفتگو شروع کردی اور عشاء کی نماز کے بعد تک برابر گفتگو کرتے رہے کبھی لکھنؤ کے مناظروں کی کیفیت بیان کرتے کبھی مرزا حسن علی محدث کے حالات بیان کرتے کبھی اور کوئی قصہ بیان کرتے غرض کہ پورا جلسہ انہی کی گفتگو میں ختم ہوگیا اور مولانا کچھ نہیں بولے صرف انکی باتوں پر کبھی جی ہاں حضرت اور کبھی بجا ہے۔

۴۰

فرمادیتے تھے جب جلسہ برخاست ہوا تو مولانا نے محمد خان اور حکیم صاحب کو چھتے کی مسجد میں
حاجی محمد عابد صاحب کے حجرہ کے اوپر جو مکان تھا اسمیں ٹھہرایا اور میں رات کو مولوی محمود حسن
صاحب کے مکان پر سویا صبح کو چھتے کی مسجد میں مولوی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہوئی
ہم لوگ کچھ اونکے پاس بیٹھے کچھ حاجی محمد عابد صاحب کے پاس بیٹھے پھر مولانا کے یہاں جا بیٹھے
اور کھانے کے وقت تک مولانا ہی کی خدمت میں بیٹھے رہے اسوقت بھی حکیم صاحب ہی
باتیں کرتے رہے۔ تیسرے پہر کو حکیم صاحب مدرسہ کی سیر کو گئے اور تھوڑی تھوڑی دیر سب
مدرسوں کے درس میں بیٹھے مگر مولوی محمد یعقوب صاحب کے درس میں سب سے زیادہ بیٹھے۔
جب میں نے یہ دیکھا کہ حکیم صاحب پر اتبک مولانا کی حالت منکشف نہیں ہوئی تو مجھے اسکا
بہت صدمہ ہوا اور میں نے اسکی کوشش کی کہ کوئی علمی گفتگو ہو اور مولانا کچھ کھلیں اس کیلئے
میں نے مولوی محمود حسن صاحب سے بھی کہا کہ تم کوئی علمی بات مولانا سے دریافت کرو۔ اور
مولوی عبد الکریم صاحب سے بھی مگر ہر ایک نے یہ ہی کہا کہ مولانا کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اگر
حکیم صاحب مولانا کے معتقد ہو جاوین تو کیا اور اگر غیر معتقد ہو جاوین تو کیا ہم تو مولانا کو تکلیف
نہ دینگے تمہارا جی چاہے تم خود پوچھ لو۔ میں نے انپر بہت زور دیا مگر کسی نے نہ مانا حتی کہ میری
ان صاحبوں سے لڑائی اور تو تڑاق بھی ہوگئی مگر انھوں نے کسیطرح نہ مانا حکیم صاحب نے
مدرسین کی حالت دیکھکر محمد خاں سے کہا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب حدیث ایسی پڑھاتے
ہیں جیسے میرے والد پڑھاتے ہیں مگر مرزا حسن علی محدث کی سی نہیں پڑھاتے اور حضرت مولانا
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ پیران نمی پرند مریدان می پرانند جب یہ بات مجھے معلوم
ہوئی تو مجھے بہت ملال ہوا اور میں نے مولوی محمود حسن صاحب کو بھی برا بھلا کہا اور مولوی
عبد الکریم سے تو لپاڈکی ہوگئی (دوستی کے اور احکام ہیں اور معتقدانیت کے اور احکام) اور میں نے
کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ مولانا سے کوئی علمی بات پوچھ لو مگر تم نے میرا کہنا نہ مانا دیکھو حکیم عبد السلام
ایسا کہتے ہیں اونھوں نے اسپر بھی یہ ہی کہا کہ ہم تو مولانا کو تکلیف نہ دینگے چاہے حکیم عبد السلام
معتقد ہوں یا غیر معتقد خدا کی شان کہ اوسی روز حکیم مغیث الدین صاحب سہارنپوری کے صاحبزادے
حکیم مشتاق احمد صاحب مولانا کی خدمت میں آپہونچے اور مولانا سے عرض کیا کہ ایک یادو [illegible]

۳۱

اگر قرآن پر یہ اعتراض کیا کہ قرآن میں توریت وانجیل کی نسبت تحرف ہونیکا دعویٰ کیا گیا ہے اور قرآن ہی میں اسکابھی اقرار ہے کہ خدا کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ قرآن کا صریح تعارض وتناقض بیان ہے یہ سُنکر مولانا کو جوش ہوا اور تقریر جواب شروع فرمادی اور دن کے آٹھ بجے سے کھانے کے وقت تک تقریر فرمائی اور حکیم مشتاق احمد صاحب کھانے کے بعد چلے گئے۔ ظہر کے بعد حکیم عبد السلام نے پھر یہی مضمون چھیڑ دیا اور مولانا نے ظہر سے عصر تک یہی مضمون بیان فرمایا پھر عصر کے بعد سے مغرب تک یہ ہی مضمون بیان فرمایا اور مغرب سے عشاء تک یہی مضمون بیان فرمایا اور عشاء کے بعد پھر یہی مضمون شروع کر دیا اور حکیم عبد السلام نہایت شوق سے اس مضمون کو سنتے اور بجا ہے حضور بجا ہے حضور کہتے رہے جب میں نے یہ دیکھا کہ رات بہت گذر گئی تو میں نے اشارہ سے حکیم عبد السلام سے کہا کہ اب اُٹھ چلو مگر وہ نہیں اُٹھے تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر کہا پھر بھی نہ اٹھے جب بارہ بج گئے تب میں نے زور سے کہا کہ حکیم صاحب اب اُٹھئے بہت دیر ہوگئی اور اب مولانا کو آرام کرنے دیجئے۔

۳۲ تب حکیم عبد السلام اُٹھے اور تقریر ختم ہوئی مولانا کو کھانسی کا مرض تھا مگر آج ایسا اتفاق ہوا کہ اثنائے تقریر میں ایک مرتبہ بھی کھانسی نہ اُٹھی اور تقریر کی برجستگی میں ذرا بھی خلل نہیں آیا اب تو حکیم صاحب مولانا کے نہایت معتقد ہوگئے اور وہاں سے ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے اُٹھے مجھے انکی حالت تو معلوم ہوگئی مگر میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ صبح کے وقت حکیم عبد السلام اور ہم سب روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب کو پہونچانے کے لئے مولوی محمود حسن حافظ احمد مولوی عبد الکریم اور دوسرے اشخاص اسٹیشن تک آئے اسٹیشن پر پہونچکر میں نے حکیم عبد السلام کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور میں نے کہا کہ پرسوں جو کچھ آپ نے محمد خان سے فرمایا تھا وہ میں سُن چکا ہوں اب فرمائیے کہ آپ نے مولانا کو کیسا پایا اسپر حکیم صاحب نے فرمایا اسکا جواب ایک قصہ پر موقوف ہے پہلے وہ قصہ سُن لو وہ قصہ یہ ہے کہ باوجود نقشبندی مجددی ہونیکے اور باوجود شاہ عبد العزیز صاحب اور شاہ غلام علی صاحب سے مستفید ہونے کے میرے والد کے اندر چشتیت بہت غالب تھی حالانکہ وہ کسی چشتی سے مستفید نہ ہوئے تھے اور اس بناء پر انکی یہ کیفیت تھی۔ کہ جس جگہ یہ سُنتے تھے۔

(باقی آئندہ)

ایک تبلیغی خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا۔ امابعد۔ صاحبو! ۔ یہ خط جو آپ کے ملاحظہ سے گذر رہا ہے۔ وہ خط ہے جو تقریبًا ایک ماہ کا عرصہ ہوا مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلماء کو اس غرض سے لکھا گیا تھا کہ وہ اپنی تباہ کن غلطیوں پر متنبہ ہو کر اپنی اس روش کو چھوڑ دیں۔ جو انہوں نے مغربی اثر سے اختیار کر رکھی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں اہل دیوبند کے طرز عمل پر بھی تنقید کی گئی تھی جو انہوں نے اپنے اسلاف کے خلاف اختیار کر رکھا ہے۔ لیکن چوں کہ وہ خط نہ گاندھی کی صدائے نان کو اپریشن وغیرہ تھی جس پر بولے صاحبا لبیک کہتے ہیں۔ نہ گورنمنٹ کا کوئی حکم تھا جس پر باوجود ترک موالات کے بھی وہ سمعنا و اطعنا کہتے۔ نہ کسی ذی وجاہت و ثروت دنیا دار کی چٹھی تھی جس کو وہ سر آنکھوں پر رکھتے۔ بلکہ وہ ایک گمنام شخص کی جانب سے حق کی آواز تھی جس کو انہوں نے اس کان سنا اور اُس کان اڑا دیا۔ پس اب ہم اس کو مسلمانوں کی آگاہی کے لیے شائع کرتے ہیں تاکہ وہ اسے غور سے پڑھیں۔ اور سمجھیں کہ آپ کے وہ لیڈر جو آپ کو منزل مقصود تک پہنچانے کے مدعی ہیں۔ آپ کو اصل مقصد سے کسقدر دور پھینکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ آپ اس سے نصیحت حاصل کریں یا نہ کریں۔

حبیب احمد عفی عنہ

خط

بنام مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء

مکرم بندہ جناب مولوی کفایت اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ اس وقت میں اپنے چند خیالات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ امید ہے کہ آپ خالی الذہن ہوکر میری معروضات پر توجہ فرمائیں گے ۔ اور اگر کوئی امر ناگوار طبع ہو ۔ تو امید ہے کہ میرے خلوص پر نظر فرماکر اس کو نظر انداز فرمائیں گے ۔

سب سے پہلے میں آپ کی توجہ کو اس طرف منعطف کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ مسلمانوں کا اصل مقصود خود احکام اسلام کی پابندی اور ان کو بلا تغیر وتبدیل دوسروں تک پہنچانا ہے ۔ ریاست اور سلطنت اور امارت اور خلافت اگر مطلوب ہے تو وہ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ۔ ورنہ فی حد ذاتہ یہ امور مطلوب نہیں ۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے ۔ جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا ۔ جب واقعہ یہ ہے ۔ تو بحیثیت ایک مسلمان ۔ بلکہ عالم بلکہ صدر جمعیت العلماء ہونے کی خود آپ کا نیز آپ کی جماعت کا فرض یہ ہونا چاہئے ۔ کہ آپ اپنی ہر سیاسی جد وجہد میں اسلام کو اور اس کے احکام کو مقدم سمجھیں اور حصول ریاست وامارت وخلافت کو موخر ۔ اور مقصود بالغرض اور اس لئے ایسی باتوں سے احتراز فرمادیں ۔ جن کا مقاصد اسلامیہ کے لئے مضر ہونا متحقق ۔ اور سیاسی حیثیت سے مفید ہونا موہوم بلکہ موہوم سے بھی بڑھ کر ہو ۔ آپ لوگوں نے خلافت کی جد وجہد میں جو کام کئے ہیں ۔ ان سے خود دین الٰہی کو جس قدر ضرر خاص اس زمانہ میں پہنچ رہا تھا ۔ جو اُس جد وجہد کا زمانہ تھا ۔ اور جس قدر ضرر ان تحریکات کے ٹھنڈا ہونے کے بعد پہنچا وہ سب لوگ اپنی آنکھ سے دیکھ چکے ہیں ۔ اگر آپ کو اس کا احساس بھی ہو تو نہایت مبارک ہے ۔ اور اگر احساس نہ ہو ۔ تو انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ رہا سیاسی حیثیت سے ان کا مفید ہونا ۔ سو یہ بھی آپ کو معلوم ہے ۔ کہ ان سے کوئی سیاسی نفع نہیں پہنچا ۔ بلکہ سراسر ضرر ہی پہنچا ۔ ان واقعات کا مقتضا یہ تھا ۔ کہ آپ حضرات متنبہ ہوتے ۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرکے ان نقصانات کی تلافی کی طرف متوجہ ہوتے ۔ جو آپ لوگوں کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کو پہنچ چکے ہیں ۔ اور پہنچ رہے ہیں لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے ۔ کہ ہم معاملہ اس کے بالکل خلاف دیکھ رہے ہیں ۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ ایسی تدبیر اختیار فرماتے ہیں ۔ وہ اسلام کے لئے نہایت خطرناک ہونے کے باوجود سیاست کے لئے بھی مفید نہیں ہوتی ۔ چنانچہ میں نے کل آپ کی جماعت کے اخبار الجمعیۃ میں ایک مضمون دیکھا ۔ جس کو دیکھ کر میری حیرت اور استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور خیال ہوا ۔ کہ اللہ! وہ جماعت جو اپنا نام جمعیۃ العلماء رکھتی ہے ۔ اور جو مسلمانوں کی دینی وقومی لیڈری کا اپنے کو حقدار اور ان کی فلاح وبہبود کا ذمہ دار سمجھتی ہے آج اس کے منہ سے وہ باتیں نکلتی ہیں ۔ جو اب تک نیچریوں کا شعار سمجھی جاتی تھیں اور جن کو علمائے ربانی نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا ۔ اور نہ ان احمقانہ بکواسوں پر توجہ کرنے کے لئے کبھی اپنے دماغ کو تکلیف دی ۔

اب میں اس اجمال کی قدرے تفصیل کرتا ہوں۔ توجہ سے اور انصاف کو پیش نظر رکھ کر ملاحظہ فرمائے۔ ایک وقت وہ تھا جس وقت ہندوستان میں شرک و بدعت کی حکومت تھی۔ اور عوام و خواص سب پر یہ بلا چھائی ہوئی تھی۔ خال خال افراد اگر ان سے واقف تھے تو خوف فتنہ وغیرہ ان کو برملا اپنے اظہار خیالات سے مانع تھا۔ ایسی ظلمت کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کی حمایت کے لئے مولوی اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کیا۔ اور انہوں نے ایسے نازک وقت میں ادائے نبوّت کا حق ادا کیا۔ اور شرک و بدعت کی برائیاں علی الاعلان بیان کرنی شروع کیں اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تقلید آبا پر مٹنے والے اور غالی افراد۔ عالم و جاہل ان کی مخالفت اور ضرر رسانی پر آمادہ ہوگئے۔ اور جن کو حق تعالےٰ توفیق دی انہوں نے ان کی سچی باتوں کو قبول کرکے صحابہ کے اتباع کا نمونہ دکھلایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پہلے جو مسلمانوں میں شرک و بدعت پر اتفاق تھا وہ مٹ گیا اور مسلمانوں میں ایک نیا نزاع و اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے اس نزاع و اختلاف اور فتنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور اپنی جان پر جھیلا۔ اور کبھی اس کی طرف التفات بھی نہیں کیا۔ کہ میرے فعل سے مسلمانوں میں جھگڑے اور فساد پیدا ہوگئے۔ مجھے چاہیئے۔ کہ میں ان باتوں کو چھوڑ دوں جنھوں نے مسلمانوں میں آگ لگائی ہے۔ بلکہ وہ برابر شرک و بدعت اور جُہلا کے معبودان باطلہ کی برائیاں بیان کرکے مرتے دم تک اس آگ پر تیل چھڑکتے رہے (اس جگہ یہ بات بھی نظر انداز نہ ہونی چاہیئے۔ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کو سکھوں سے جہاد بھی کرنا تھا۔ اور اس لئے ان کو اس وقت سے زیادہ اتحاد کلمہ اسلام کی ضرورت تھی۔ مگر اس پر بھی انہوں نے اس اتحاد کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ خود اپنے سے اور اپنی جماعت سے جو خدمت دین ہوسکی۔ اسی پر اکتفا کیا) جب وہ اس جہان فانی سے تشریف لے گئے تو ان کے جانشینوں نے بھی وہی کیا جو مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے کیا تھا۔ یہاں تک کہ آخر میں نوبت مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و دیگر اکابر دیوبند تک پہنچی۔ یہ حضرات بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلے۔ اور وہ آگ جو مولوی اسمٰعیل صاحب کے فعل جائز سے بھڑکی تھی۔ اس پر ان کی تقلید چھوڑ کر پانی نہیں ڈالا۔ بلکہ اس کو برابر قوت پہنچاتے رہے۔ اس زمانہ میں سید احمد خاں کا دور دورہ ہوا۔ اور روشن خیالوں کی ایک جماعت اس کے گرد جمع ہوگئی۔ اور اس نے یہی راگ الاپنے شروع کئے۔ کہ علماء نے خواہ مخواہ کے جھگڑوں میں پڑکر۔ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کردیا۔ مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ درہم برہم کردیا۔ انھیں کمزور کردیا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ آوازیں اُن بزرگوں کے کانوں میں بھی برابر پہنچتی رہی۔ مگر ان خدا کے بندوں کو جنبش تک نہ ہوئی۔ اور وہ برابر اپنے کام میں لگے رہے۔ اب ان حضرات سے دنیا خالی ہوگئی۔ اور ان کے اخلاف ان کے جانشین ہوئے۔ ان لوگوں میں زمانہ کی بھی ہوا کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے اس بھی ہوا سے متاثر ہونا شروع کیا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ اب وہ حضرات جو نیچریوں کے مد مقابل اور ان کے مقاصد میں روڑے اٹکانے والے تھے وہی ان کے دست و بازو ہوگئے۔ اور جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ یہ کرنے لگے۔ اور جو وہ کہا کرتا تھی

لہ ورنہ اصل مقصد تو [illegible] سکھوں کو [illegible]

وہ یہ کہنے لگے۔ آپ جمعیۃ العلماء کے خیالات ان کی معاشرت۔ اور ان کے منصوبوں کو نیچریوں کی انھیں باتوں سے مقابلہ کر کے دیکھئے۔ اور بتلائیے۔ کہ ان میں کہاں تک امتیاز ہے؟ میرے نزدیک بجز فروعی (مثلاً داڑھی و کوٹ وغیرہ کا اختلاف (۱۲) اختلاف کے اور کوئی اختلاف نہیں۔ اور جو اصول نیچریت ہیں۔ مثلاً دنیا کو دین پر ترجیح دینا۔ اغراض دنیاوی کے حصول کے لئے مذہب کو چھوڑ دینا۔ قومیت و ترقی کے گیت گانا حب وطن کے عقیدہ پر خدا اور رسول پر ایمان سے بڑھ کر ایمان لانا وغیرہ۔ وہی اصول اس وقت جمعیت علماء کے ہیں۔ جیسا کہ اس جماعت کے اقوال و افعال اس مدعا پر شاہد عدل ہیں۔ میں مجموعی حیثیت سے ان کے اقوال و افعال پر اس وقت تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ اس مختصر عریضہ میں اس کی گنجائش ہے۔ بلکہ مجھے صرف اس وقت جمعیۃ العلماء کے اس مضمون مختصر پر کلام کرنا ہے جو ۲۴ ذیقعدہ کے پرچہ میں "وحدت کلمۂ اسلام کی ایک مبارک کوشش" علماء دیوبند و بریلی کا اتحاد" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

اس مضمون کی بسم اللہ یہ ہے۔ علماء کے باہمی اختلافات اور خصوصاً وہ جو فکر و رائے کے اختلاف سے بڑھکر نزاع و مخاصمت کی صورت اختیار کر جائیں۔ امت کے لئے ایک لعنت الٰہی کی حیثیت رکھتے ہیں الخ

ان الفاظ میں غور کیجئے۔ اور بتلائیے کہ پہلے نیچریوں کی ان اختلافات کے باب میں کیا رائے تھی۔ اور کیا ان کی ان سے کچھ بڑھے ہوئے تھے؟ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ عنوان آج تک کسی نیچری نے بھی اختیار نہ کیا ہوگا گو مقصد متحد ہو۔ اس عبارت میں اہل حق و اہل باطل دونوں کو ملزم گردانا گیا ہے۔ جس کا حاصل وہ بھی عنوان سے یہ ہوا۔ کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید اور ان کے ہمخیال علماء نے جو امت میں تفرقہ اور نزاع پیدا کیا۔ وہ امت کے لئے موجب لعنت الٰہی تھا۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ حضرات اپنے وراثت انبیاء کا حق ادا کرتے۔ اور اسلام کے صحیح اصول پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ مگر آج جمعیت علماء ان کو اس خدمت کا یہ صلہ دیتی ہے۔ کہ ان کے فعل کو امت کے لئے موجب لعنت الٰہی بتلاتی ہے۔ انصاف کیجئے کیا جمعیت علماء کا یہی دینی فرض ہے۔ اور کیا وہ اپنے اخبار میں ایسے مضامین کی اشاعت کر کے مسلمانوں کو نیچریت کی تبلیغ نہیں کرتی۔ اور کیا وہ مسلمانوں کے لئے اظہار حق اور حفاظت دین کا دروازہ بند نہیں کرتی۔ کیا جب یہ خیال مسلمانوں کے قلوب میں جانشین ہو جائے گا کہ علماء کا اختلاف امت کیلئے موجب لعنت الٰہی ہے تو وہ کسی سنت کی حمایت اور کسی بدعت کی تخریب پر آمادہ ہو سکتے ہیں؟ اب غور فرمائیے کہ جمعیت العلماء کا یہ اصول اسلام کے لئے کس قدر خطرناک ہے۔ اب میں دوسرے پہلو پر گفتگو کرتا ہوں۔ کیا جمعیت العلماء ان لوگوں کو جو اس کے زعم میں اس کے مقاصد میں مزاحم ہیں۔ اچھی نظر سے دیکھتی ہے۔ اور ان کے ساتھ برادرانہ تعلقات رکھتی ہے؟ آپ ضرور فرمائیں گے۔ کہ نہیں۔ تو کیا آپ کا یہ اختلاف امت کے لئے موجب لعنت الٰہی نہیں ہے۔ یا یہ اصول محض دینی اختلافات سے متعلق ہے۔ اور سیاسی اختلافات جو حصول سلطنت و ترقی میں حارج ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس کے بعد لکھا ہے۔ کہ رسول امین نے علماء کو اپنا وارث قرار دیکر انہیں امت کی نگہبانی و رہنمائی سپرد فرمائی تھی۔ الخ۔ یہ بیشک صحیح ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ علماء اہل حق اس وراثت کا حق ادا کرنے کے لئے بلا خوف لومۃ لائم حمایت حق پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو غلط راہ سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں اور سیاسی و دنیوی مصالح کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو غلط راہ پر چلنے دیں تو وہ حق وراثت و نگہبانی و رہنمائی ادا کرنے والے نہ ہوں گے۔ بلکہ سراسر خائن و غدار ہوں گے۔ اب اگر ان کے اس فرض منصبی کی ادا کرنے میں کوئی مزاحم ہو۔ اور اس طرح اختلاف و نزاع پیدا ہو جاوے۔ تو اس کے ذمہ دار خود وہ مزاحمت کرنے والے ہوں گے۔ نہ کہ حامیان حق۔ چنانچہ یہ ایک ایسا اصول ہے جس کو تمام دنیا کے عوام و خواص تسلیم کرتے ہیں۔ اور اپنے حقوق و فرائض کی حفاظت میں اس سے کام لیتے ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ دینی اختلافات کے فیصلہ میں اس اصول کو بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اور جو علماء اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں کوئی جائز فعل کرتے ہیں۔ جو ہوا پرستوں کی شرارت سے موجب افتراق بنجاتا ہے۔ اُن پر جمعیت العلماء کی اجلاس سے فرد جرم لگائی جاتی ہے۔ اور ان کے فعل کو امت کے لئے موجب لعنت الٰہی تبلایا جاتا ہے اور ان پر اپنے فرائض کو بھول جانے۔ ایک دین کے کئی دین بنانے۔ تفریق امت۔ رسول کی امانت میں بے تکلف خیانت کرنے کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ اسلام کا مقصد محض دنیاوی عزت و دنیاوی جاہ حکومت ترقی۔ تمدن وغیرہ کو سمجھے ہوئے ہیں۔ اور احکام الٰہی مراسم شرعیہ ان کی نظر میں ہیچ ہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے کسی خطہ پر قبضہ کرنے کا خیال بھی کرے۔ تو پوری قوت سے اس کے مقابلہ پر آمادہ ہو جائیں اور دینی و دنیوی خطرات سب ان کی نظر سے غائب ہو جائیں۔ لیکن اگر کوئی مدعی اسلام اسلام کے ہزاروں احکام کو پامال کر دے۔ بلکہ توحید کی عمارت کو بھی متزلزل کر دے تو اس کی مزاحمت کو فتنہ و فساد و تفریق بین المسلمین وغیرہ جرائم کا ارتکاب قرار دیا جاوے۔ آپ خیال فرمائیں کہ کیا یہی حمایت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ اور اعزاز دین ہے۔ معاذ اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ایسے حامیان اسلام سے اسلام بزبان حال کہہ رہا ہے۔

مرا از چنگ گرگاں در ربودی

چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

اس کے بعد اس مضمون میں ان آیات کی تلاوت فرمائی گئی ہے جن میں تفرق و اختلاف کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ لیکن یہ بھی محض کَلِمَةُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِهَا بَاطِلٌ کا مصداق ہیں۔ کیوں کہ ان کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ تم احکام اسلامیہ کی اشاعت و حمایت چھوڑ دو۔ شرک و بدعت وغیرہ کو پھیلنے دو۔ اور مسلمانوں کو ان افعال سے ہرگز نہ روکو۔ کیونکہ اس سے بددینوں میں ہیجان ہوگا۔ اور مخالفت و منازعت پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ تم حق سے انحراف کر کے اہل حق کے ساتھ نزاعی صورت نہ پیدا کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ مضمون نگار صاحب نے سارے قرآن میں

ان ہی احکام کو قابل عمل سمجھا۔ اور وہ بھی ان کو غلط معنی پر محمول کرکے۔ اور انہوں نے اس آیت کو نظر انداز کردیا۔ فَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ۔ اس آیت میں صاف حکم ہے۔ کہ جب مسلمانوں کی دو جماعتوں میں جنگ ہو۔ تو باقی مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ جو ناحق پر ہو اس کو سمجھا کر صلح کرادیں۔ اور اگر اس پر بھی وہ صلح پر آمادہ نہ ہو۔ تو جس کی زیادتی ہو اس سے جنگ کرکے خدائی فیصلہ کی طرف لاؤ۔ دیکھئے حق تعالے مسلمانوں کو خانہ جنگی کا حکم کررہے ہیں۔ اور جو مسلمان جھگڑے سے الگ ہیں۔ ان کو حکم دیتے ہیں۔ کہ تم بھی لڑائی میں کود پڑو۔ پس جب دنیاوی جھگڑوں میں بھی حق تعالے کا حکم یہ ہے۔ کہ جس کی زیادتی ہو۔ اس کو سمجھا بجھا کر یا اس سے لڑکر راہ راست پر لاؤ۔ اور خانہ جنگی کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور نہ اس فریق کو جو حق پر ملزم گردانتے ہیں تو دینی نزاعات میں حامیان حق کیوں مجرم ہوں گے۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے فساد العالِم فساد العالَم۔ الخ لیکن اس اپنے مسلمہ اصول پر نظر کرکے خیال کرنا چاہئے۔ کہ جب ایک عالِم کا فساد موجب فساد عالَم ہے۔ تو جب جمعیۃ العلماء فاسد ہو۔ تو اس وقت فساد عالم کس قدر ہو گا۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ وہ وقت بہت ہی منحوس تھا۔ جب علماء کی مقدس جماعت اس فساد اجتماعی سے متاثر ہوگئی۔ اور انہوں نے ارشاد و ہدایت دینی کا تبرک کام چھوڑکر۔ آپس کی نزاعوں میں اپنی قوت برباد کرنی شروع کردی الخ۔ مگر میں نہایت افسوس کیساتھ کہتا ہوں کہ مضمون نگار صاحب نے اس مضمون میں بھی سخت غلطی کھائی ہے۔ کیونکہ علماء کے نزاعات کا منشا ہی ارشاد و ہدایت ہوا ہے ~~اس کی تفصیل~~ کیونکہ مسلمانوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا تھا۔ علماء نے ان کو راہ پر لانے کی لئے کوشش کی۔ ہواپرستوں نے جھگڑا شروع کردیا۔ پس اس نزاع کا منشا علماء کی فرض شناسی ہوا ہے۔ نہ کہ اس سے غفلت۔ اور جو برے نتائج اس پر مرتب ہوئے۔ اس کے ذمہ دار خود ہواپرست ہیں نہ کہ اہل حق اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ بحکم فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ ان ہواپرستوں کو مجبور کرکے اہل حق کیساتھ اتحاد پیدا کرنا چاہئے۔ نہ کہ اہل حق کو اپنی صحیح روش چھوڑ کر اہل ہوی کیساتھ شیر و شکر ہونا۔ لیکن ہم اس جگہ معاملہ برعکس دیکھ رہے ہیں۔ کہ اہل دیوبند اپنی صحیح روش کو چھوڑ کر اہل بدعت کیساتھ اتحاد کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایک باقاعدہ صلحنامہ مرتب کرنا چاہتے ہیں۔ اس مصالحت پر تفصیلی تنقید تو اسیوقت ہوسکتی ہے۔ جبکہ صلحنامہ مرتب ہوکر اس کی شرائط قلم بند ہو جائیں۔ لیکن اس وقت ہم اس پر اجمالی تنقید کرتے ہیں۔ جو کہ حسب ذیل ہے۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اور ان کے ہمخیال اہل دیوبند اس پر آمادہ ہیں۔ کہ وہ اہل شرک و بدعت کی خوشنودی کے لئے اپنے بزرگوں کی ان عبارتوں کو نکال ڈالیں گے۔ جن پر ان کو اعتراض ہے۔ اور وہ اسپر یقین ظاہر کرتے ہیں کہ اس سے ان بزرگوں کی ارواح خوش ہوں گی۔ لیکن سوال اسجگہ یہ ہے۔ کہ کیا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب اور ان کے ہمخیالوں کے امکان میں یہ بھی ہے۔ کہ وہ ان بزرگوں سے بھی اس صلحنامہ پر دستخط کرالیں جن کی عبارتوں پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ جبکہ ان سے دستخط نہیں کرائے جاسکتے۔ تو اس سے صرف مولوی حبیب الرحمٰن

صاحب وغیرہ اپنے اوپر سے الزام کفر دفع کر کے مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ مولوی اسمٰعیل صاحب
شہید وغیرہ ہم کو اس تدبیر سے اس جماعت میں داخل نہیں کر سکتے۔ اور جب وہ داخل نہ ہو سکے۔ تو اب دو حالتیں ہیں
یا تو مولوی حبیب الرحمٰن صاحب وغیرہ اپنے نئے بھائیوں کیساتھ ملکر ان بزرگوں کی تکفیر کریں۔ یا حسب سابق انکو مسلمان
سمجھیں۔ پہلی صورت تو نہایت بعید ہے۔ گو سیاسی مصالح۔ یا وحدت کلمہ اسلام پر نظر کرتے ہوئے چنداں بعید بھی نہیں۔ اور
دوسری صورت میں وہ بریلی کے اس اصول موضوعہ کی رو سے کہ جو ان بزرگوں کو کافر نہ کہے۔ وہ کافر ہے۔ یہ لوگ باوجود
ان ترمیمات کے بھی کافر ہی رہیں گے۔ اور پہلی صورت پھر عود کر آئے گی۔ کہ ہم کافروں سے صلح نہیں کر سکتے۔ اور صلح ناممکن
ہو جائیگی۔ پس نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ دوسری بحث اس جگہ یہ ہے۔ کہ جن نتائج کی بنا پر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب وغیرہ
ان ترمیمات کو منظور کرتے ہیں۔ کیا وہ نتائج ان بزرگوں کے سامنے نہ تھے۔ جن کی وہ عبارتیں ہیں؟ کیا ان کو خبر نہ تھی۔
کہ ان عبارتوں پر مسلمانوں میں اختلاف عظیم اور بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گیا ہے؟۔ ضرور تھی۔ اور کیا وہ ان آیات سے غافل
تھے۔ جن میں تفرق واختلاف کی ممانعت ہے؟۔ ہر گز نہیں۔ تو پھر جبکہ انہوں نے باوجود ان باتوں کے علم کے بھی ان عبارتوں
پر قلم نہیں پھیرا۔ اور اسطرح مصالحت کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ مدت العمر ان پر جمے رہے۔ اور یہی سمجھتے رہے۔ کہ ان
شر ور وفتن کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ہوا پرست ہیں۔ جو حق کو قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔ تو اب مولوی حبیب الرحمٰن
صاحب وغیرہ کو کس دلیل سے یہ اطمینان ہوتا ہے۔ کہ ان بزرگوں کی ارواح اس ترمیم سے خوش ہونگی۔ اور کہیں گی کہ
شاباش ہمارے فرزندو۔ جو کام ہم سے نہ ہو سکا۔ وہ تم نے کیا۔ استغفر اللہ۔ الغرض یہ سب خیالات واوہام باطلہ
ہیں۔ جس کا منشا محض حب جاہ۔ ومقبولیت عامہ ہے۔ ورنہ ان باتوں کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اب میں اس
مصالحت کے نتیجہ پر آپکو متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس مصالحت کا ایک نتیجہ تو یہ ہو گا۔ کہ جن لوگوں کو شرک وبدعت سے
نفرت ہے۔ ان کے قلوب سے نفرت اٹھ جائیگی۔ اور وہ پھر شرک وبدعت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اور مولوی اسمٰعیل
صاحب شہید اور دوسرے بزرگوں کی تمام کوششوں پر یک لخت پانی پھر جائیگا۔ اور پھر اسی شرک وبدعت کا ڈنکا
بجنے لگے گا۔۔ اور دوسرا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس مصالحت سے اہل حق کی زبانوں پر قفل لگ جائیں گے۔ اور وہ شرک
وبدعت کے خلاف ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکیں گے کیوں کہ انکو خوف ہو گا۔ کہ مبادا ہمارے نئے بھائی جن کو ہمنے
اسقدر کوشش کیساتھ منایا ہے پھر ہم سے نہ روٹھ جائیں۔ اور اسی طرح وہ حامیان سنت وماحیان بدعت کے زمرہ
سے نکل کر ماحیان سنت وحامیان بدعت بنجائیں گے۔ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ یہ دونوں
نتیجے ہم ہندو مسلم اتحاد میں آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ یہ بُرے نتائج تو قریب قریب یقینی ہیں۔ رہا مفید نتیجہ۔ کہ اس اجتماعی
قوت سے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں کام لیا جاوے۔ سو اس کا مشاہدہ بھی ہم کو ہندو مسلم اتحاد سے ہو چکا ہے۔
پس جبکہ اتنی بڑی قوم کا اتفاق مفید نہ ہوا۔ تو بریلوی جماعت کا اتفاق کیا مفید ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ خود

اسی کی کیا ضمانت ہو۔ کہ مصالحت قایم رہے گی۔ پس یہ مصالحت دین کیلئے سخت مضر۔ اور دنیا کے لئے محض غیر مفید ہے۔ اسلئے جماعت دیوبند اور جمعیت علمار کا اس کی طرف قدم بڑھانا کسی طرح مناسب نہیں۔ اب یہ سوال ہوسکتا ہے۔ کہ جب ہم تمام فرق اسلامیہ سے قطع تعلق کریں گے۔ تو ہم مخالفین اسلام کا مقابلہ کس طرح کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو جب آپ میں طاقت نہیں۔ تو آپ سے مقابلہ کرنیکو کس نے کہا ہے اور وہ بھی نا جائز ذرائع اختیار کرکے اور اپنے ہاتھوں دین کو برباد کرکے۔ دوسرے صحابہ کی تعداد تو اتنی بھی نہ تھی جتنی خود دیوبندی گروہ کی تعداد ہے۔ آخر انہوں نے تمام دنیا کے کفار کا مقابلہ کیونکر کیا تھا۔ ان کا مقابلہ صرف کمال ایمان اور مدد حق تعالیٰ پر مبنی تھا۔ پس تم کمال ایمان پیدا کرو۔ اور حق تعالیٰ کی مدد کو اپنے ساتھ لو۔ انشاء اللہ تم کو کامیابی ہوگی۔ ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم۔ اسلام کی حفاظت کا ادعا کرکے نصرت خداوندی کو چھوڑ کر جو کہ ایمان کامل اور استقامت علی الدین سے حاصل ہوتی ہے۔ اعانت بریلویان ونیچریان وامثالہم پر اعتماد کرنا سراسر غلطی ہے۔ وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ۔ پس جمعیت علماء کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے ارکان ایسے لوگوں کو بنائے جو صحیح العقیدہ والعمل ہوں۔ اور اخلاط الناس سے معجون مرکب تیار کرکے اس کا نام جمعیت العلماء رکھنا دین الٰہی کو اپنے ہاتھوں برباد کرنا ہے اس کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ مسلمانوں کو صحیح راستہ پر چلائے۔ انکو نیچریانہ اور لامذہبی کے خیالات کی تبلیغ کرنا۔ اور ان میں غلط جذبات پیدا کرنا ایک مذہبی جماعت کا کام نہیں ہوسکتا۔ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اطاعت خدا اور رسول کو اپنا مقصود اصلی بنادے اور سیاسی جدوجہد کو اس مقصود کے تابع اور اس کے ماتحت رکھے۔ سیاسی مقاصد کو مقصود اصلی بنا کر دین کو ان کی آڑ بنانا۔ سراسر خلاف ایمان ہے اگر اس طریق پر پورا پورا عمل ہوگیا۔ تو دین و دنیا دونوں کی فلاح متیقن ہے۔ اور اگر پورا عمل نہ ہوسکا۔ تو دینی نفع تو یقینی ہے۔ اور اس کے خلاف تدابیر میں دین کا ضرر یقینی ہے اور دنیا کا نفع موہوم سے بھی کم۔ اب میں اس گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔ اور آخر میں غلط فہمی کے ازالہ کے لئے اتنا اور کہتا ہوں۔ کہ میری اس تحریر کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ جمعیت العلماء قصداً و عمداً تخریب دین میں ساعی ہے۔ بلکہ میرا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ واقع میں ان کی مساعی کا نتیجہ تخریب دین اور اس کا منشا مغربی اثر کی بنا پر دنیا پر فریفتگی۔ حب جاہ حب مال عصبیت قومی وغیرہ ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ ان کو اس کا احساس نہ ہو۔ اور وہ کید نفس میں پھنسے ہوئے ہوں۔ کیونکہ نفس کے مکائد نہایت زبردست ہیں۔ چنانچہ مولانا رومی کہتے ہیں۔

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں۔ خنجر و شمشیر اندر آستیں۔ سوئے جو صعت آور د بہر ضو۔ تا دراندازد ترا در قعر او۔

اگر آپ واقعات پر انصاف سے اور خارجی اثرات سے خالی ہوکر غور کریں گے۔ تو مجھے امید ہے۔ کہ آپ میرے بیان کی تصدیق فرمائیں گے۔ میں یہ بھی ظاہر کردینا ہوں کہ میری اس تحریر کا منشا مباحثہ و مناظرہ نہیں ہے۔ بلکہ محض دینی ہمدردی اور خیر خواہی اس کا منشا ہے۔ اگر آپ کے جواب سے مجھے کسی بہتر نتیجہ کی امید ہوئی۔ تو انشاء اللہ پھر بھی اپنے خیالات کا اظہار کرونگا ورنہ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم وما علینا الا البلاغ والسلام (حبیب احمد ریاست بھیکم پور ضلع علیگڑھ مدیر سفینہ)

(مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ)

جدید سلسلہ طباعت

چونکہ دینی کتابونکی طرف عام بے رغبتی ہے اور اپنے اکابرین کی تصانیف کی عام نکاسی کم ہے اسلئے تجار انکی طرف سے یکسو ہیں۔ پہلے تو مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کتابون کو محض اشاعت کی غرض سے طبع کراتے رہے ہیں انکے انتقال کے بعد تاجروں نے توجہ کی مگر زمانہ کی گردش نے اسوقت کچھ ایسا رنگ دکھایا کہ اب تو کوئی صاحب ایسے احقر کے خیال سے نہیں ہیں جو انکی اشاعت کر رہے ہوں اور بعض خادمان سلسلہ کا خیال ہے بھی تو اونمیں اسقدر گنجایش نہیں جو اس کام کو انجام دیسکیں دیکھئے کب تک یہ حالت رہتی ہے۔ خدا کرے جلدی کوئی صاحب کھڑے ہوں جو اس کام کو انجام دین نہیں تو اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ متقدمین کی تصانیف کی طرح اپنے اکابرین کی تصانیف بھی معدوم ہو جاوے۔ اسوقت احقر نے ایک صورت سوچکر نکالی ہے وہ یہ کہ بالفعل سیدی و مرشدی حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم کی مطبوعہ تصانیف میں سے اون کتابوں کے نامونکی فہرست شائع کرون جو احقر کے خیال مین ختم ہو چکی ہیں اور انکی طباعت کا ہونا ضروری ہے اور انکی صورت یہ ہوگی۔ جن حضرات کو جو کتاب مطلوب ہو اوسکے خریدارون میں اپنا اسم مبارک لکھوادین جب اڑہائی سو^{۲۵۰} کتاب کے خریدار ہوجاوینگے اوسوقت وہ کتاب چھپواکر ارسال کردیجاویگی۔ ہاں اس امر کی شکایت ہوسکتی ہے کہ قیمت زائد رکھکر گراں نہ دیجاوے تو اوسکی شرح یہ ہوگی ۲ر فی جزکے حساب سے قیمت لیجاوے گی۔ مثلاً دعوات عبدیت جلد دوم کا تخمینہ بیس جز کا ہے اوسکی قیمت ۱۵ر لیجاویگی۔ حالانکہ پیشتر اوسکی قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے تھی۔ اسمیں خریدارون کو بھی کفایت رہے گی اور کام بھی ہو جاویگا مگر یہ قیمت اونہی حضرات سے لیجاویگی جو اس سلسلہ کے خریدار ہونگے ورنہ ویسے احقر کو اختیار رہوگا۔ جو قیمت بھی چاہے وصول کرے۔

اور اس سلسلہ کی کتب کی تقطیع کاغذ کتابت چھپائی مثل امدادی کے ہوگی۔ خدا پر بھروسہ کرکے فہرست شائع کرتا ہوں۔

(فہرست اس صفحہ کی پشت پر ملاحظہ فرمادیں)

حفظ الاربعین یعنی چہل حدیث
یاد یاران
تحذیر الاخوان یہ پانچ رسالوں کا مجموعہ ہے جسمیں سے پہلے میں ہندوستان میں سود لینے کی بحث اور دوسرے میں رشوت کی حقیقت اور تیسرے میں جھاڑ پھونک کی متعلق ضروری تحقیق اور چوتھے میں نکاح خوانی کی اُجرت کا حکم پانچویں میں متعارف چندہ کے بعض مفاسد کا بیان ہے اسکی آجکل اشد ضرورت ہے۔
جامع الآثار
اصلاح النساء
اصلاح الانقلاب
ایضاً جلد دوم
تعدیل التقویم
زوال السنۃ
ارشاد الہائم فی حقوق البہائم
الرفیق فی سواء الطریق
دعوات عبدیت سوم دس وعظ اور سوا سو ملفوظات
دعوات عبدیت سوم دس وعظ اور سوا سو ملفوظات
دعوات عبدیت چہارم دس وعظ۔
دعوات عبدیت ششم دس وعظ اور سوا سو ملفوظات
دعوات عبدیت ہفتم دس وعظ
دعوات عبدیت نہم دس وعظ اور سوا سو ملفوظات
ہفت اختر دس وعظ اور سوا سو ملفوظات۔
الاستغفار۔ ایک وعظ
الاتفاق۔ ایک وعظ
الظلم۔ ایک وعظ
الخلط ایک وعظ

المباح۔ ایک وعظ
السؤال۔ ایک وعظ
التوکل۔ ایک وعظ
الصبر۔ ایک وعظ
الخضوع۔ ایک وعظ
عمل الذرہ۔ ایک وعظ
الظہور۔ ایک وعظ
الشذور۔ ایک وعظ
المغضب۔ ایک وعظ
مظاہر احوال ایک وعظ
الافتتاح۔ ایک وعظ
القرض۔ ایک وعظ
تفصیل الذکر۔ ایک وعظ
التوجہ۔ ایک وعظ
العفۃ ایک وعظ
العزۃ۔ ایک وعظ۔
اجابۃ الداعی۔ ایک وعظ
المال و الجاہ۔ ایک وعظ
اتباع المنیب۔ ایک وعظ
کشف الاذیٰ۔ ایک وعظ
الفضل العظیم ایک وعظ
الاسراف۔ ایک وعظ
الذکر۔ ایک وعظ
الخیانۃ۔ ایک وعظ
الدنیا۔ ایک وعظ
الظاہر۔ ایک وعظ۔ التبلیغ کا چوتھا وعظ
اصلاح الیتامیٰ۔ التبلیغ کا پانچواں وعظ
تنظیم العلم۔ التبلیغ کا چھٹا وعظ
التقویٰ۔ التبلیغ کا ساتواں وعظ

المراد۔ التبلیغ کا آٹھواں وعظ۔
دواء الضیق۔ التبلیغ کا نواں وعظ۔
احسان الاسلام۔ التبلیغ کا دسواں وعظ
ترک مالایعنی۔ التبلیغ کا بارہواں وعظ
تعمیم التعلیم۔ التبلیغ کا تیرہواں وعظ۔
الکمال فی الدین للنساء۔ التبلیغ کا چودہواں وعظ
نفی الحرج۔ التبلیغ کا پندرہواں وعظ
الباب لاولی الالباب۔ التبلیغ کا سولہواں وعظ
السلا التحقیق۔ التبلیغ کا سترہواں وعظ
درجات الاسلام۔ التبلیغ کا انیسواں وعظ
فقد الحبیب۔ التبلیغ کا بیسواں وعظ
تحقیق الشکر۔ التبلیغ کا اکیسواں وعظ
رجاء اللقاء۔ التبلیغ کا بائیسواں وعظ
اسباب الفضائل۔ التبلیغ کا تیئیسواں وعظ
رمضان فی رمضان۔ التبلیغ کا چوبیسواں وعظ
شکر المثنوی۔ التبلیغ کا چھبیسواں وعظ۔
عود العید۔ التبلیغ کا ستائیسواں وعظ۔
عود العید۔ التبلیغ کا اٹھائیسواں وعظ
الاعتصام بحبل اللہ۔ التبلیغ کا انتیسواں وعظ
راحت القلوب
تذکیر آخرہ
فوائد الصحبۃ
الظہور
السرور
اول الاعمال
آخر الاعمال

(نوٹ) جس کتاب کے جسقدر خریدار ہو جایا کرینگے ہر ماہ میں شائع کر دیا کرونگا کہ فلاں کتاب کے اسوقت تک اسقدر خریدار ہو گئے ہیں۔ تاکہ تمام حضرات کو معلوم ہوتا رہے کہ اسقدر کمی باقی ہے۔ فقط

جملہ درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہئیں محمد عثمان پوسٹ بکس نمبر ایک دہلی